بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ نبوی کے غیر روایتی مآخذ

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

تمہید: روایتی وغیر روایتی کا فرق

مصادرِ اصلی کو دوسرا نام روایتی مآخذ کا دیا جاتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سیرت طیبہ کا اصل مواد ان ہی سے ملتا ہے، جدید اردو سیرت نگاری کے امام علامہ شبلی نعمانی نے ان کی تعداد تین چار اماماں سیرت تک محدود کی ہے۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، واقدی اور ابن سعد اور کسی حد تک طبری، اول الذکر دونوں مؤلفین سیرت کو وہ ایک قرار دیتے ہیں، جیسا کہ عام سیرت نگاروں کا وطیرہ ہے، اور کسی قدر حقیقت کے قریب بھی ہے کہ امام ابن ہشام کی کتاب السیرۃ النبویۃ دراصل اہم ترین سیرت نگار اور بانی مؤلف سیرت نبوی امام ابن اسحاق کی مطول وضخیم کتاب سیرۃ رسول اللہ ﷺ کی تلخیص وتہذیب ہے اور اب اسی روپ میں دست یاب ہے۔ قدیم ترین امام سیرت کی گم شدہ کتاب کا اصل عنوان ہے: ''کتاب المبداء والمبعث والمغازی'' جو تین ادوار تاریخی کے واقعات پر مشتمل تھی۔ ابن ہشام کی کتاب سیرت محمد بن اسحاق کی کتاب کی ایک روایت پر مبنی ہے۔ جو ان کے شاگرد راوی زیاد بن عبداللہ بکائی کی روایت ہے۔ امام ابن اسحاق کی کتاب سیرت کے دراصل پندرہ سولہ راوی اور ایڈیشن ہیں، جو ان کے مدنی، کوفی، بصری، رازی وغیرہ تلامذہ ورواۃ سے مروی ہیں۔ ان میں یونس بن بکیر، سلمہ بن فضل بن الابرش اور محمد بن سلمہ مرزنی کے ناقص مجموعے مل گئے ہیں، اور چھاپ بھی دیے گئے ہیں۔ ان سے دوسرے رواۃ کی روایات سیرت یحییٰ بن سعید اموی کی کتاب سیرت میں موجود ہیں، اور طبری نے دوسرے امام راوی سے روایت لی ہیں، شبلی اور متعدد دوسرے سیرت نگاروں نے بالعموم امام واقدی کو ضعیف ومجروح ہی نہیں بل کہ کذاب ووضاع قرار دے کر مسترد کر دیا ہے، البتہ ان کے کاتب وشاگرد ابن سعد کو ثقہ امام حدیث

وسیرت کا مقام و مرتبہ عطا کر کے ان کو دوسرا/تیسرا مصدر اصلی قرار دیا ہے، امام طبری کو بھی اسی طرح ثقہ ومعتبر مؤلف کا مقام دے کر چوتھا مصدر سیرت شمار کیا ہے کہ وہ امام ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے قدیم اماموں سے بھی روایات لیتے ہیں۔ ان تین چار امامانِ فن کو بنیادی مصادر سیرت قرار دینے کے سبب وہ روایتی مآخذ کا درجہ پا جاتے ہیں۔

تجزیاتی اور تنقیدی تحلیل یہ حقیقت سامنے لاتی ہے کہ بنیادی طور سے صرف دو ہی امامان سیرت اصلی مصادر کا درجہ رکھتے ہیں: ابن اسحاق اور واقدی۔ شبلی اور ان کے جامع وشاگرد علامہ سید سلیمان ندویؒ کو بھی اعتراف ہے کہ معتبر وثقہ شاگرد امام ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایات ان کے استاد سے ہی مروی ہیں اور دونوں کے نقد وجرح کے باوجود ان کی روایت کو جا بجا قبول کر کے بیانیہ سیرت کو سجایا سنوارا ہے کہ ان سے صرف نظر ممکن ہی نہیں۔ امام واقدی پر عمومی نقد وجرح کی عام فضا میں ان کی عبقریت ومعتبریت فراموش کر دی گئی اور اب ان کی تصحیح وتعدیل کی بعض سائی کی جا رہی ہیں۔ بہ ہر حال ان نام ور ومشہور مصادر سیرت اور ان کے عبقری مولفین اور عظیم اماموں کی روایات واحادیث ہی کو بعد میں تمام صاحبان سیرت نے قبول کیا ہے۔ تیسری اسلامی صدی سے بعد کی جمع وتدوین کی صدیوں تک جتنے قابل ذکر سیرت نگار اور مورخین منظر عام پر آئے، وہ سب کے سب ان کے ہی خوشہ چیں ہیں۔

اصولی طور سے تمام قدیم اور ان سے زیادہ جدید سیرت نگاروں کا دعویٰ رہا ہے کہ اصلاً قطعی اور حتمی مصادر صرف دو ہیں: قرآن مجید اور حدیث شریف، اور ان کے بیانات قطعی کے سامنے روایات سیرت ہیچ ہیں۔ اصولی سیرت نگاروں نے یہی بلند بانگ دعویٰ کیا ہے، علامہ شبلی کے مقدمۂ سیرت میں اور بعض دوسرے سیرت نگاروں کے مقدمات میں کہا گیا ہے کہ قرآنی آیات کریمہ کو بہ ہر حال ترجیح حاصل ہے اور حدیث شریف کی روایات یعنی احادیث کو بھی ترجیح واولیت حاصل ہے۔ اور روایات سیرت سے تصادم کی صورت میں ان کو تقدم حاصل رہے گا۔ محدثین کرام کے طریقے کی پیروی کرنے والے سیرت نگاروں نے بالعموم احادیث نبوی کو سیرتی روایات پر ترجیح دی ہے، بل کہ بعض بعض نے اپنے مقدمات میں جدولیں دی ہیں، جن میں واقعات سیرت وتاریخ اور احادیث وسنت کا تصادم واضح کر کے مصادر حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ متعدد اہل حدیث سیرت نگاروں نے صرف احادیث نبویہ کی بنا پر سیرت نگاری کا طریقہ تلاش کیا ہے، اور اپنی اپنی کتب سیرت ان پر مبنی بھی کی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ روایات سیرت کو کسی نہ کسی طرح قبول کرنے کا بند دروازہ کھول لیا ہے، اور عدم اعتبار واخذ کی صورت میں ناقص کتابیں

لکھی ہیں۔

اپنے اصول سیرت نگاری کے جادۂ تنگ پر گام زنی وقت ان کا رہوار قلم ڈگمگاتا ہی رہا ہے کہ اصولوں کو عمل میں لانا مشکل ترین کام ہے۔ سیرت نگاروں کی غالب اکثریت کی تالیفات کا تنقیدی تجزیہ بتاتا ہے کہ وہ قرآنی آیات اور حدیثی قطعیات کو بہ طور ماخذ اصلی استعمال ہی نہیں کرتے، وہ واقعات سیرت و تاریخ میں ان سے پیوندکاری کا کام لیتے ہیں، اور مصادر سیرت کی روایات کی تائید یا تردید میں ان کے پیوند لگاتے جاتے ہیں۔ سب کے سب صرف ایک امام کی روایات کی پیروی میں چلتے ہیں، اور بنیادی طور سے ان کا واحد امام و متقدا ابن اسحاق کا شاگرد ابن ہشام ہے، واقدی، ابن سعد اور طبری وغیرہ دوسرے مصادر اصلی بھی ان کی نگارشات سیرت میں بہ طور پیوندکاری ہی استعمال ہوتے نظر آتے ہیں۔

غیر روایتی مآخذ سیرت

تمام متاخر اصحاب سیرت جیسے بلاذری، یعقوبی، مسعودی، ابن اثیر، ابن کثیر، مغلطائی وغیرہ بیشتر کے نزدیک صرف ناقلین رواۃ ہیں، وہ اولین اماموں کے پیروکار ہیں، اور اپنی غالب روایات ان ہی سے لیتے ہیں۔ اس لیے وہ صرف تائید و تصدیق کے لائق ہیں، اور کبھی کبھی اخذ کے اہل بھی۔ بعض اوقات متاخرین کی نئی روایات و تعبیرات بھی قبول کرلی جاتی ہیں کہ وہ کسی دوسرے مصدر اصلی یا ان کے امام بنیادی سے مروی ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان کو غیر روایتی مآخذ نہیں قرار دیا جاتا، اور ان کی بعض روایات بہ وقت ضرورت استعمال بھی کرلی جاتی ہیں، مگر عملاً ان کو غیر روایتی زمرے میں ہی ڈال دیا جاتا ہے، حال آں کہ ان میں سے متعدد خاص کر ماہرین فن اور مختلف و ماخذ سے نقل و استفادہ کرنے والے مصادر اصلی کا مقام و مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان میں حافظ ابن کثیر سیرت و حدیث کے تمام مصادر اور دیگر مصادر سے روایات و احادیث جمع کرنے کے سبب نئی معلومات فراہم کرتے ہیں، یا عظیم الجہات تعبیرات، اسی طرح بلاذری، یعقوبی اور مسعودی وغیرہ کو محض ناقلین ائمہ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ وہ بسا اوقات وسیع الجہات روایات اپنے مصادر سے لاتے ہیں، خاص طور سے جامعین حاشیہ نگاروں میں امامان سیرت سہیلی، شامی، قسطلانی اور زرقانی وغیرہ نئی روایات و معلومات فراہم کرتے ہیں۔

خالص غیر روایتی مصادر سیرت کو ان کے موضوعاتی تجزیے و تقسیم کے لحاظ سے چند زمروں میں رکھا جاتا ہے اور رکھنا بھی چاہیے۔ قدیم امامان سیرت نے بہ ہر حال ان کی روایات قبول کی ہیں اور اپنے

محدود زاویہ نگارش کو وسیع تر کیا ہے، اور اپنی کتابوں کو ان سے آراستہ کیا ہے۔

ان کے موضوعاتی طبقات حسب ذیل ہیں:

کتب نسب وانساب عرب:

کلبی، ابن الکلبی، مصعب زبیری، زبیر بن بکار، ابن درید، مورج سدوسی وغیرہ، ابن حزم اندلسی کی جمہرۃ انساب العرب، ابن یزید المبرد نحوی کی نسب عدنان وقحطان وغیرہ۔

تالیفات وتواریخ بلاد وامصار:

تاریخ دمشق ابن عساکر، تاریخ مکہ ازرقی، تاریخ مدینہ سمہودی وفاکہی وغیرہ کے علاوہ محمد قشیری کی تاریخ الرقۃ، خولانی کی تاریخ داریا۔

تواریخ قبائل عرب:

جیسے تاریخ قبائل ثقیف، تاریخ ملوک حمیر ویمن وغیرہ۔

فتوح البلدان:

فتوح البلدان کے حوالے سے کتب ومصادر جیسے بلاذری اور اعثم کوفی۔

کتب اموال وخراج وغنائم:

اموال وغنائم پر کتب جیسے ابویوسف ویحیٰ بن آدم وغیرہ کی کتاب الخراج، ابوعبید قاسم کی کتاب الاموال وغیرہ۔

تاریخ ولاۃ وحکام:

جہشیاری، ابن طولون، ابن عبدالحکم کی تالیفات۔

تواریخ قضاۃ:

ابن الطلاع کی اقضیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن قیم الجوزیہ کی بلوغ السول وغیرہ

کتب شعر واغانی:

ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء، جمحی کی طبقات الشعراء، ابوالفراج اصبہانی کی اغانی۔

مختصرات سیرت:

محب الدین طبری، ابن سید الناس، عراقی کی الفیہ اور اس کی شرح مناوی، ابن کثیر کی الفصول، دمیاطی کی مختصر السیر ۃ، مغلطائی کی الاشارۃ۔

فہارس، فہرست نگاری کے ماخذ:

ابن حبیب بغدادی کی کتاب المحبر و کتاب المنمق، ابن قتیبہ دینوری کی کتاب المعارف وغیرہ۔

معاجم صحابہ وصحابیات:

ابن اثیر کی اسد الغابہ، ابن حجر عسقلانی کی الاصابہ، ابن عبدالبر کی الاستیعاب وغیرہ، ابن مندہ کی فضائل الصحابہ، محب طبری کی الریاض النضرۃ نیز صحابہ کرام میں متعدد پر تالیفات سوانح، جیسے سیرت الصدیق وسیرہ عمر وغیرہ۔

کتب وفیات:

وفیات کے حوالے سے صفدی کی الوافی بالوفیات۔

تفاسیر واحکام قرآن:

جصاص، قرطبی وغیرہ کی احکام القرآن، واحدی کی اسباب النزول وغیرہ۔

شمائل وخصائل کی کتب:

ترمذی کی شمائل، مغلطائی، سیوطی کی کتاب الخصائص النبویۃ اوران کی شروح۔

کتب دلائل واعلام نبوت:

ماوردی کی اعلام النبوۃ، دلائل النبوۃ کے عنوان سے حافظ ابونعیم اصبہانی، امام بیہقی کی کتب وغیرہ، معجزات خاص کر شق قمر اور اسرا ومعراج پر تالیفات۔

حقوق المصطفیٰ پر تالیفات:

قاضی عیاض کی کتاب الشفا اور اس کی شرح خفاجی نسیم الریاض، ابن قیم کی زاد المعاد۔

مذکورہ بالا موضوعاتی تقسیمات کے علاوہ بعض دوسری جہات نبوی پر مختلف قدیم وجدید سیرت نگاروں اور محدثین نے تالیفات پیش کی ہیں، ان تمام مصادر و مآخذ کو غیر روایتی کہا جاتا ہے کہ وہ پوری سیرت نبوی کا تاریخی ترتیب اور واقعات کی توقیت زمانی سے احاطہ نہیں کرتے۔ وہ اپنے اپنے موضوعات کے حوالے سے بہت سی نئی روایات سیرت اور انتہائی قیمتی معلومات فراہم کرتے ہیں اور سیرتی ادب کو مالا مال کرتے ہیں۔ ان کا حوالہ یا ان سے استفادہ روایتی سیرت نگار نہیں کرتے۔ محض پیوندکاری کے طریق سے ان کے حوالے سے کہیں کہیں اشارہ کرتے ہیں۔

جب کہ سیرت نبوی کی جامعیت اور کاملیت کے لیے ان تمام غیر روایتی مآخذ سے استفادہ ناگزیر

ہے کہ وہ روایتی مآخذ کے خلا پُر کرتے ہیں، خاص طور سے وہ سوانح، احوال وظروف میں قیمتی معلومات فراہم کرتے ہیں اور سماجی، اقتصادی، تجارتی، تہذیبی وتمدنی اضافات سے ہماری معلومات جامع تر بناتے ہیں۔

ہم یہاں ذیل میں ان موضوعات کے حوالے سے موجود ماخذ کا الگ الگ تعارف وتجزیہ پیش کرتے ہیں۔

کتب انساب

انساب عرب پر بالعموم اور نسب قریش پر بالخصوص قدیم ماہرین وعلما نے جو کتابیں مرتب کی ہیں وہ سیرت نبوی کی جامع وہمہ جہت نگارش کے لیے لازمی ہیں۔ قدیم ائمۂ سیرت نے رسول اللہ ﷺ کے نسب پر خاصی معلومات وقیمتی روایات جمع کی ہیں، لیکن ان میں ایک خاص ارتکاز پایا جاتا ہے اور عہد رسالت کے مختلف قبائل وطبقات سے اس سے تعلقات وروابط تشنہ رہ جاتے ہیں۔ اجداد نبوی کے قبائل وبطون قریش اور مکہ مکرمہ کے باہر قبائل ثقیف واوس وخزرج اور دوسرے بدوی قبائل سے روابط کا پتہ ان کتب کی معلومات سے چلتا ہے۔ معاصر افراد قریش واکابر عرب سے رسول اکرم ﷺ اور آبا واجداد سے ازدواجی تعلقات کی سماجی تاثیر اور سیرت وسوانح پر ان کے اثرات سے سیرت کا کینوس وسیع تر ہوجاتا ہے۔ بہت سے افراد زمانہ اور عبقریات عصر کی رشتہ داریوں کا سراغ ملتا ہے۔ سیرت وسوانح نبوی میں ان معاصر افراد وطبقات کی کارگزاری نئی اور دل چسپ معلومات فراہم کرنے کے سبب سماجی تعلقات کا نیا باب رقم کرتی ہے، متعدد بلکہ بہت سے صحابہ وصحابیات کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور ان کی سوانح سے سیرت نبوی کے حیطۂ عمل وشرف میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان میں اشخاص کے حوالے سے شعر وادب کا ایک قابل قدر ذخیرہ بھی ملتا ہے، جس سے کتب شعر اور سوانح وسیرت کی روایات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

مصعب زبیری کی نسب قریش میں معروف اجداد نبوی اور اکابر قریش عبد شمس اور ہاشم اور ان کے معاصرین کے نسب سے آغاز ہوتا ہے۔ کلبی اور ابن الکلبی اور زبیر بن بکار اور ان سے زیادہ بلاذری نے اپنی انساب الاشراف کی دس ضخیم جلدوں میں تمام قبائل کے نسب سے بحث کی ہے۔ مؤخر الذکر کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اپنے زمانے تک تمام دست یاب کتب انساب کی روایات کو اپنے شیوخ کی روایات سے ملا کر جمع کردیا ہے۔ ان کی اولین دو جلدوں میں سب سے قیمتی حصہ سیرت نبوی کا ہے، اور وہ کتب انساب

کے علاوہ اماماں سیرت ابن اسحاق واقدی کا کافی مرہون منت ہے۔ پوری سیرت نبوی بیان کرنے کے ساتھ انہوں نے نسب و رشتے داری کے لحاظ سے متعدد ابواب مرتب کیے ہیں، جن میں وسیع تر سماجی جہات ہیں۔نئی معلومات اور نادر و نایاب روایات کی جمع و تدوین کے سبب انساب الاشراف پورے ذخیرہ سیرت میں ایک ممتاز مقام کی حامل ہے۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مرتب کردہ نسخے میں دوسرے مصادر سیرت سے روایات کا اضافہ حواشی میں ملتا ہے، اور جدید ترین طباعت میں ڈاکٹر یوسف مرعشلی نے مزید اضافے کیے ہیں۔سیرت نبوی اور اس کے متعلقات کے باب میں جو نئی معلومات محفوظ کی گئی ہیں وہ روایتی و بنیادی مصادر سیرت کی تائید کے ساتھ ان کے خلا اور خالی مقامات کو پر کرتی ہیں۔

خالص نسب کے اعتبار سے اجداد نبوی اور اکابر قریش کے دوسرے عرب قبائل سے ازدواجی روابط سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔اس تفصیل سے متعدد نکات ثابت ہوتے ہیں۔

ان سے ایک حقیقت یہ ثابت ہوتی ہے کہ قریشی عوام و خواص اور ان کے اکابر و عبقریات نے متعدد بطون/ خاندان قریش سے شادی بیاہ کے تعلقات استوار کیے تھے۔قریشی قبائل و بطون میں بنو عبد مناف، بنو ہاشم، بنو عبد شمس، بنو امیہ، بنو مطلب اور بنو نوفل پر مشتمل عظیم ترین خانوادوں نے دوسرے خاندانوں سے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے۔اور بنو مخزوم، بنو زہرہ، بنو سہم، بنو عدی، بنو تیم، بنو جمح، بنو فہر، بنو اسد وغیرہ میں شادیاں کرتے رہے تھے۔

دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں کسی سبب سے آکر بس جانے والے قبائل و بطون کے خاندانوں اور ان کے افراد سے بھی مصنوعی رشتۂ اتحاد و یگانگت کے علاوہ ازدواجی تعلقات بھی استوار کیے جاتے تھے، اور طرفین اپنی لڑکیوں اور لڑکوں کی شادیاں ان میں کر دیا کرتے تھے۔

تیسرے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ پورے جزیرہ نمائے عرب کے بدوی قبائل اور شہری خاندانوں اور قبیلوں سے بھی ازدواجی رشتہ داریاں کی جاتی تھیں، اسی وجہ سے ماہرین نسب کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تمام قبائل عرب سے نسبی یا ننھیالی، صہری یا ازدواجی، تعلق وارتباط تھا۔عربی زبان، ملک، قوم، تہذیب و تمدن نے ان میں ایک قوم عرب ہونے کا جو احساس و فخر پیدا کیا تھا، اس کو ازدواجی روابط نے محبت و مروت کے ساتھ مزید مستحکم کر دیا تھا۔

سیرت نبوی کے حوالے سے خاص تعلقات نسب و ازدواج، ان کے پڑوسی شہر طائف اور وسیع تر علاقے و قبیلے بنو ہوازن سے بہت اہم ہیں۔اجداد نبوی میں ہاشم و عبد شمس کی متعدد لڑکیوں کی شادیاں ثقفی

افراد اور طائف واطراف طائف کے اکابر سے کی گئیں، اور یہ سلسلہ برابر چلتا رہا۔ دوسرے بطون قریش کی دختروں کے نکاح اسی طرح ثقیف وہوازن اور ان کے مختلف خاندانوں سے کیے جاتے رہے، اور یہ تعلقات دوطرفہ بھی رہے تھے۔ ثقفی اور ثقیف وہوازن کے متعدد خاندانوں کی خواتین کی شادیاں قریش اکابر وافراد کے ساتھ ہر زمانے میں استوار کی گئیں اور ان کی اولادوں نے بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔

شمال میں شہر یثرب کے دو عرب قبیلوں اوس وخزرج سے بھی قریش اکابرین میں سے متعدد نے ازدواجی تعلقات قائم کیے تھے۔ جناب ہاشم بن عبدمناف کی ایک زوجہ خزرج کے قبیلے کے خاندان بنو نجار کی ایک فرد اور ایک اہم ترین سردار کی دختر تھیں، اور جد امجد نبوی عبدالمطلب کی ماں، اور اسی رشتے سے خزرجی خاندان ان کی ننہال تھا، جس کی سالانہ زیارت کو خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ جایا کرتے تھے اور اپنے آخری سفر میں رسول اللہ اور آپ کی والدہ بی بی آمنہ اور ان کی انا حضرت ام ایمن کو ساتھ لے گئے تھے۔ یہ والدہ کا سفر زیارت نہ تھا، جیسا کہ عام خیال ہے۔ بلاذری نے تصریح کی ہے کہ وہ دادا کا سفری سلسلہ تھا، اور اسی میں بی بی آمنہ کی وفات ہوئی اور دادا ہی اپنے پوتے کو واپس لائے تھے۔

یثرب کے خاندان بنوالنجار سے جناب ہاشم بن عبدعناف کا رشتہ ازدواج دراصل ان کے والد ماجد عبدمناف بن قصی کے تجارتی روابط کا نتیجہ تھا۔ وہ شام کے سفر تجارت میں یثرب پہنچے تو اپنے والد کے دوست وتجارتی شریک کے گھر اترے، اور ان کی دوستی، صداقت اور محبت باپ کے ورثے میں پائی، اور اس رشتے کو مزید استحکام ان کی دختر سے شادی کے ذریعے بخشا۔ تجارتی روابط اور اسفار نے ایسے ازدواجی تعلقات استوار کرنے میں مدد کی تھی۔ ان کی دوسری مثالیں یثرب کے علاوہ ثقیف، یمن، شمالی عرب کے قبیلوں عذرہ وغیرہ سے بھی ملتی ہیں۔

ازدواجی تعلقات کے دوررس ثمرات میں سے ایک یہ تھا کہ سسرالی خاندان وغیرہ اور ان کے تعلقات کے نتیجے میں دوسرے خاندان وقبیلے بل کہ پورا علاقہ ابن اخت (بہن کے فرزند) کا خاندان بن جاتا تھا اور داماد اور اس کی اولاد کو وہ اپنے افراد وارکان خاندان میں شمار کرتے تھے اور ہر آن اور ہر موقع پر ان کی اعانت کو اپنا خاندانی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے تھے۔ اسی کے نتیجے میں ''اخوال'' کا تصور ونظریہ استوار اور کارفرما ہوا، اور اس نے قریشی سیاست وسماج میں اپنی کاری گری وکارسازی کی نیرنگیاں بکھیر دیں۔ قصی بن کلاب کو ان کے عذری اخوال نے اور عبدالمطلب کو ان کے یثرابی اخوال نے مکی سیاست وثقافت میں بروقت مدد دے کر ان کا حق دلایا تھا۔

مکے اور مدینے (یثرب) کے سماجی، سیاسی اور اقتصادی تعلقات قدیم زمانے سے قائم تھے، اور ان کا سراغ زیادہ تر انساب خاص کر بلاذری کی انساب الاشراف سے ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی انا حضرت ام ایمن رضی عنہا کی شادی ایک یثربی شخص عبید سے آپ ﷺ نے کی تھی، جو مکے میں آباد تھے اور بعد میں وہ حضرت ام ایمن کو یثرب لے گئے، جہاں ان کے فرزند حضرت ایمن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، اور کچھ مدت بعد جب حضرت ام ایمنؓ کا رشتہ ازدواج ٹوٹ گیا تو رسول اللہ ﷺ ان کو ان کے فرزند کے ساتھ مکے لائے اور انہیں اپنی کفالت میں رکھا۔ پھر ایک مدت کے بعد ان کی شادی اپنے حبیب مولیٰ حضرت زید بن حارثہؓ سے کی، جن سے حضرت اسامہ بن زید نے جنم لیا اور وہ بھی آپ ﷺ کے ربیب بنے۔

رسول اللہ ﷺ کی دوسری زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ عامری رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ شموس بنت قیس بخاری خزرجی یثربی خاتون تھیں۔ جن سے جناب زمعہ عامری نے یثرب میں شادی کی اور ان کو مکے لے آئے تھے، اور یہیں ان کی اولادیں ہوئیں۔ اس معاشرے میں، ایسی بعض اور شادیاں بھی کی گئی تھیں۔ (۱)

بلاذری نے ازدواجی رشتوں کے ضمن میں ایک خاص بحث رسول اکرم ﷺ کے ہم زلف عزیزوں کے بارے میں کی ہے۔ اور تمام ازواج مطہرات کی بہنوں (اخوات) کی شادیوں کی تفصیلات دی ہیں، اور ان میں ان کے شوہر کے خاندان اور ان کی اولادوں اور ان اولادوں کی ماؤں کی دوسرے شوہروں سے اولادوں کی تفصیلات دی ہیں۔ اس طرح انہوں نے اخیافی اور علاتی یعنی باپ کی متعدد ازواج کی اولاد اور ماؤں کی مختلف شوہروں کی اولاد کے خونی اور خاندانی رشتے داریوں کا ایک عظیم بے کراں سلسلہ بیان کیا ہے، جو ایک منفرد تحقیق کا موضوع ہے، اس مبحث وموضوع سے قریش خاندانی نظام کی محبت آمیز باریکیاں اور نیرنگیاں تو ظہور پذیر ہوتی ہی ہیں، سیرت نبوی سماجی اجہات بھی وسیع تر ہوجاتی ہیں، اور ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان قرابت داریوں نے کس طرح احوال ابتلا میں مسلمانوں کے لئے اعانت وامداد کی فضا پیدا کی تھی۔

خاص سیرت نبوی کے واقعات میں کتب انساب بالخصوص بلاذری کے عطایا بہت قیمتی اور معنی آفریں ہیں، جیسے:

صحابہ کرام کے اپنے اپنے حلقوں میں دعوت وارشاد کی مساعی اور ان کی اثرات۔

حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کے تاخیر اسلام کے اسباب اور ان کے قبول اسلام کے واقعات کے اثرات۔

حضرت خدیجہؓ کی دعوتی مساعی اور خاص کر سماجی مقاطعے کے دوران ان کے اقدامات، جن سے مسلمانوں کو راحت ملی۔

متعدد صحابہ اور صحابیات کے بارے میں بیش قیمت معلومات، جیسے حضرت ام عبیسؓ ایک باندی نہ تھیں، جیسا کہ عام خیال ہے، وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خاندان کی ایک خاتون تھیں، جو اپنے سسرال عزیزوں کی تعذیب کی شکار تھیں، اور حضرت صدیقؓ نے ان کو زر فدیہ دے کر ان مظالم سے بچایا جاتا تھا۔ ان کے فرزند اور پوتے صحابی اور تابعی تھے اور اپنے خاندانوں کے معزز افراد۔

حضرت خدیجہؓ کی تین بہنیں تھیں، جن کی شادیاں ثقیف اور دوسرے مکی خاندان میں کی گئی تھیں، اور وہ سب مسلمان ہوگئی تھیں۔

مختصرات سیرت

مفصل ومطول کتب سیرت کے خلاصے اور مختصرات لکھنے کا رواج مختلف تقاضوں سے ابتدائی صدیوں میں ہی شروع ہوا۔ سب سے بنیادی اور فکر انگیز وجہ یہ تھی کہ طویل سیرتی مآخذ کا مطالعہ سب کے بس کی بات نہ تھی، لہٰذا ان کے خلاصے عام قاریوں کے لیے تیار کیے جانے لگے۔ طلبہ وطالبات کی نصابی ضرورتوں نے ان تلخیصات سیرت کی تیاری پر سب سے زیادہ ابھارا اور متعدد اہل قلم نے افادۂ عام کی خاطر ان کا ڈول ڈالا۔ اگرچہ معلومات کے لحاظ سے مختصرات سیرت اپنے بڑے اور مفصل مآخذ کے چھوٹے اور مرتکز پیمانے تھے اور دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف، تاہم وہ فنی اور ترتیبی اعتبار سے ایک نئی ساخت اور جامع الجہات اسلوب وطرز کے اوراق مصور بنے، جن میں پوری سیرت بہ یک نگاہ نظر آتی ہے۔ غالباً مقبول وقدیم ترین سیرت ابن ہشام کا خلاصہ اپنے منبع ومآخذ کے اسلوب کا پابند رہا تھا کہ وہ سر دست ہماری دست رس میں نہیں ہے، لیکن دوسرے مختصرات اپنا جامع ومانع اسلوب اختیار کر گئے۔ جامع ومفصل سیرتوں کے مؤلفین کرام نے بھی اپنے مختصرات اسی خاص انداز میں مرتب کیے۔

ایک اور فنی ارتقا بھی وقت کے ساتھ ظہور پذیر ہوا کہ مختصرات نگاروں نے صرف ایک کتاب سیرت کی تلخیص واختصار پر اکتفا نہیں کیا بل کہ متعدد دست یاب ومقبول مآخذ سیرت سے چیدہ چیدہ مواد کو اس

میں محفوظ کیا، اور اس طرح مختصرات میں نئی معلومات وروایات بھی بار پا گئیں۔ متعدد ناقدین حدیث وسیرت نے عظیم محدثین کی روایات سیرت اور مشہور اہل سیر کی اخبار وروایات پر مختصر وجامع نقد بھی کیا، بہت سے ایسے تلخیص نگار بھی آئے جنھوں نے ضعیف روایات اور کم زور بیانات سے صرف نظر کیا، اور ان کی جگہ صرف صحیح روایات کو ہی نقل کیا، اگر چہ تلخیص نگار کا فرض منصبی اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے ماخذ کی تلخیص وخلاصے میں متن کا پابند ووفادار رہے، اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کرے، اور اگر اسے کسی روایت سے اختلاف ہے، تو اس پر نقد واعتراض حاشیے میں ثبت کر دے، مگر بعض ایسے بھی عبقری آئے جنھوں نے ضعیف ومرجوح روایات کی بہ جائے اپنے خیال وعلم سے صحیح وثابت روایات نقل کیں، اور استدراک ونقد کو تلخیصات کے پیمانے سے خارج جانا۔ سیرت نبوی کے ہر باب میں ایک سے زیادہ اور بسا اوقات متعدد روایات کا تعارض وتصادم ملتا ہے، جامع تلخیص نگاروں نے ان سب کو بیان کیا اور ان میں سے بعض نے محاکمہ نہیں کیا۔ اور بعض نے محاکمہ کر کے ترجیح وتصحیح کا کام کیا اور محتاط مختصرات نگاروں نے صرف معتبر وپسندیدہ روایت ہی کو بیان کرنا کافی سمجھا، تا کہ تلخیص وخلاصے پر سیرتوں کو عام پڑھنے والے اور طلبہ وطالبات اختلافی مباحث سے محفوظ رہیں۔

مختصرات سیرت اپنی فنی ترتیب، موضوعاتی تالیف اور بیانی تلخیص وتعبیر کی بنا پر غیر روایتی مآخذ میں ہی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد تو بہت ہے اور ایک الگ تحقیقی مطالعے کی متقاضی، مگر ان میں امام محب الدین طبری کی تلخیص خلاصۃ السیر فی احوال سید البشر اپنی نوعیت میں امامت ومقبولیت کے مرتبے پر فائز ہے۔ اس لیے مختصرات کے رنگ وآہنگ کے تعارف کے لیے اس کے مندرجات کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔

خلاصۃ السیر چوبیس فصول پر مشتمل صرف چون صفحات کا رسالہ ہے، اور وہ مختلف عناوین سے چھپتا رہا ہے۔ اس کے اردو تراجم بھی کیے گئے ہیں۔

اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

فصل اول: رسول اللہ ﷺ کا نسب مبارک

فصل دوم: ولادت نبوی

فصل سوم: مکی دور کے حالات تا ہجرت مدینہ منورہ

فصل چہارم: غزوات نبوی

فصل پنجم: نبوی حج وعمرے

فصل ششم: اسمائے نبوی

فصل ہفتم: صفات، شمائل اور حلیہ مبارک

فصل ہشتم: صفات معنویہ/ خصائل

فصل نہم: معجزات نبوی

فصل دہم: ازواج مطہرات

فصل یازدہم: اولاد نبوی

فصل دوازدہم: بنات طاہرات کی شادیاں

اور بعد کی فصول بالترتیب ہیں۔۱۳: اعمام وعمات۔۱۴: آزادہ کردہ غلام وباندیاں۔۱۵: خدام نبوی۔۱۶: محافظین/ حارث نبوی۔۱۷: سفیران نبوی۔۱۸: کتاب/ کاتبین نبوی۔۱۹: رفقائے نجبار نبوی۔ ۲۰: آپ ﷺ کے گھوڑے/۔۲۱: دوسرے مویشی۔۲۲: ہتھیار واسلحہ۔۲۳: اسباب وسامان گھر اور۲۴: وفات نبوی

مواد وضخامت کے لحاظ سے ان میں بیشتر فصول چند سطری اور مختصر ترین ہیں اور بعض بعض بہت مفصل وجامع۔موخر الذکر میں آپ ﷺ کے خصائل اور معنوی صفات اور معجزات نبوی کی فصول بہت ممتاز ہیں۔

امام محب طبری نے اپنے مختصر دیباچے میں وضاحت کی ہے کہ اسے نہایت عجلت اور عدیم الفرقی کی حالت میں تالیف کیا ہے اور اس کا ماخذ بارہ کتابیں ہیں، بعض بڑی اور بعض چھوٹی، ان ہی کا یہ اختصار وانتخاب ہے۔اس خلاصۂ مقبول کی چند اہم روایات یہ ہیں۔

سلسلہ نسب میں حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں یہ وضاحت کی ہے کہ ان کو نبوت سے سرفرازی کے علاوہ علم الخط سے نوازا گیا۔

والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے مختصر نسب کے بعد لکھا ہے کہ مروی ہے کہ وہ انتقال کے بعد حضور ﷺ پر ایمان لائیں اور اس کی سند کامل نقل کی ہے، مگر اس پر مترجم ومحشی وغیرہ نے نقد کیا ہے کہ درایت وروایت دونوں کے لحاظ سے یہ بات ضعیف ہی نہیں موضوع ہے۔

آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کے بارے میں متعدد روایات نقل کرکے ان پر محاکمہ بھی کیا ہے۔ عام الفیل کو اصح اور پیر۲ ربیع الاول کی روایت کو قبول کیا ہے۔اور ۸ ربیع الاول کو بہت سے علما کا قبول بتا کر

ان دونوں کو صحیح ترین بتایا ہے، اگر چہ ابن اسحاق کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول بھی نقل کی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت کا مفصل ذکر ہے جو غالباً ابن اسحاق ہی کے بیان پر مبنی ہے۔

دو سال کی عمر میں شق صدر کے معجزے کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی غالباً ابن اسحاق سے لیا ہے کہ وہ حلیمہ سعدیہ کے گھر پر قیام کی مدت اتنی ہی بتاتے ہیں۔

رضاعت حضرت ثویبہؓ کا ذکر بعد میں کیا ہے اور ترتیب واقعات الٹ دی ہے۔

امام محبؒ طبری نے رسول اللہ ﷺ کے مختلف مراحل عمر کی تعین بہ قید سال و ماہ وایام کی ہے۔

وفات عبدالمطلب: آٹھ سال دو ماہ دس دن، شام کا سفر اول، بارہ سال دو ماہ دس روز۔

نکاح حضرت خدیجہؓ: عمر نبوی ۲۰ سال دو ماہ دس دن، عمر خدیجہؓ: ۲۸ سال۔

وفات خدیجہؓ پر عمر: ۴۹ سال آٹھ ماہ۔ اور دوسری جگہ ۲۴ دن کا اضافہ ہے۔

نبوت ووحی اولین: چالیس سال ایک دن: ۸ ربیع الاول پیر کے دن نبوت عطا ہوئی۔

مقاطعے کے خاتمے پر انچاس سال عمر۔ اس کے آٹھ ماہ اکیس دن بعد وفات ابوطالب اور اس کے تین روز بعد وفات حضرت خدیجہ۔

جنات نصیبین کی حاضری واسلام: پچاس سال تین ماہ۔

معراج واسرا: اکیاون سال نو ماہ، ہجرت: ۳۵ سال ۸ ربیع الاول

نکاح خدیجہ میں اعمام اور روسائے مضر کی شرکت اور ابوطالب کا خطبہ نکاح اور اس کا متن۔

وحی قرآنی کی اولین تنزیل کے بعد حضرت ورقہؓ سے ملاقات نبوی ہوئی تو حضرت ورقہ معمر ہو چکے تھے اور نابینا بھی۔

حضرت ام معبد: ہوش مند پاک دامن عورت تھی، جو خیمے کے صحن میں بٹھا کرتی اور مسافروں کے کھانے پینے کی خبر گیری کیا کرتی۔ آپ ﷺ نے اس سے کھجور اور گوشت خریدنے کے لیے دریافت فرمایا، مگر اس کے پاس یہ دونوں چیزیں نہیں تھیں۔ حضرت ام معبد کو بیعت فرمایا اور ہاتف غیبی کے اشعار (سات عدد) منقول ہیں۔

ترتیب واقعات کے برعکس غار ثور میں قیام ومعجزے کا ذکر اس کے بعد کیا ہے۔

ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ میں عبدالمطلب کے اخوال کے ہاں (بنوالنجار) میں قیام کروں گا۔ اس سے ان کا اکرام مقصود تھا۔

فصل چہارم: غزوات کے باب میں بھی بعض حتمی تواریخ دی ہیں، جیسے:

غزوہ ودان: ہجرت ایک سال دو ماہ دس روز بعد۔

غزوہ بواط پہلے غزوہ ودان کے ایک ماہ تین روز بعد۔

بدر اول: دوسرے غزوے کے بیس روز بعد۔

غزوہ بدر الکبریٰ: ہجرت سے ایک سال آٹھ ماہ بعد ۱۷ رمضان کو۔

بنی النضیر: غزوہ احد کے سات ماہ دس روز بعد۔

ذات الرقاع: غزوہ بنی النضیر کے دو ماہ بیس روز بعد۔

اسی طرح غزوات دومۃ الجندل، بنی المصطلق، خندق، بنی قریظہ، بنی لحیان، خیبر، عمرۃ القضا، فتح مکہ اور تبوک کی تاریخیں بہ قید ماہ وسال ایام دی ہیں۔ بقیہ کے صرف سنین دیے ہیں۔

غزوات کی فصل میں ابن اسحاق، ابو محشر اور موسیٰ بن عقبہ کا حوالہ دیا ہے۔

حج نبوی: ہجرت سے قبل آپ ﷺ نے دو حج کیے، اور حج کی فرضیت ۶ ھ میں ہوئی اور حجۃ الوداع ۱۰ھ میں کیا۔ یہ بیان خاصا مفصل ہے۔

عمرے: صرف چار کیے وہ سب ذوالقعدہ میں کیے۔

اسمائے نبوی: حدیث وقرآن کے حوالے سے۔ ضحوک کی صفت توراۃ میں مذکور ہے اور ابن فارس کے حوالے سے اس کی تشریح کہ آپ ﷺ خوش طبع اور ہنس مکھ تھے۔ دوسرا نام قثم بھی ہے، جو عطائے کثیر کے معنی رکھتا ہے۔

حلیہ وشمائل میں: وصاف نبوی، حضرات براء بن عازب، انس بن مالک، ابو ہریرہ، زبیر بن ابی سلمیٰ رضی اللہ عنہم کا شعر بہ زبان حضرت عمرؓ، ابو طالب کے قصیدۂ لامیہ کے تین شعر ذکر کیے ہیں۔

صفات معنویہ/ خصائل: مفصل وروح پرور فصل ہے، اور احادیث وروایات وواقعات پر مبنی ہے۔ اس میں متعدد نئی معلومات ہیں جیسے:

اس کا خاتمہ امین عاصمی کے اشعار پر کیا ہے، جو تعداد میں بیس ہیں۔

معجزات نبوی کی فصل غالباً سب سے طویل ہے اور اس میں کل ۸۲ معجزات کا بیان ہے۔ اولین معجزہ قرآن مجید کو قرار دیا ہے اور آخر میں ان کی کل تعداد حد شمار سے خارج بتائی ہے۔

ازواج مطہرات: حضرت عائشہؓ سے نکاح، رخصتی اور مدت قیام کے بارے میں مختلف تاریخیں دی

ہیں۔

ان سے استقرار حمل کی روایت نقل کر کے اس کی تغلیط کی ہے۔

حضرت حفصہؓ کی وفات (افریقہ کی فتح کے سال) ۴۵ھ میں ہوئی۔

حضرت ام سلمہؓ ازواج میں آخری وفات پانے والی تھیں اور بعض نے حضرت میمونہؓ کو آخری زوجہ بتایا ہے۔

حضرت صفیہؓ کی وفات کو بعض کے قول میں آخری بتایا ہے۔

حضرت فاطمہ بنت ضحاکؓ کو بارھویں زوجہ بتایا ہے اور ازواج میں شمار کیا ہے۔

چند اور نکاح کے تحت اساف خواہر حضرت دحیہ کلبی، خولہ بنت الھذیل، خولہ بنت حکیم کا ذکر کیا ہے، ان کی کل تعداد ۲۵ تک پہنچائی ہے۔

ابوسعد کی شرف النبوۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کل ازواج اکیس تھیں۔ چھ کو طلاق دی۔ پانچ ازواج کی آپ ﷺ کے سامنے وفات ہوئی۔ دس کی موجودگی میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ ایک کے ساتھ دخول نہیں کیا۔ نو کے لیے آپ باری مقرر فرمایا کرتے تھے۔

اولاد نبوی میں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے اولین فرزند عبد مناف بتایا ہے، جسے عبدالغنی مقدسی اور ابن کثیر نے منکر روایت قرار دیا ہے۔ تین فرزندوں، قاسم اور طیب وطاہر کا ذکر کیا ہے۔

حضرت ابراہیمؓ، حضرت ماریہ قبطیہ باندی کے بطن سے تھے۔ وفات ستر روز کے بعد پائی، دوسری روایات بھی دی ہیں۔

موالی و باندیاں: ۳۱ یا چالیس غلاموں کو اور سات باندیوں کو آزاد کیا۔

خدام نبوی: گیارہ تھے اور ان کا نام بہ نام ذکر ہے۔ ان میں ذو مخمر نجاشی کے بھتیجے تھے، اور آخری حضرت ابوذر غفاری تھے۔

غزوات کے محافظین آٹھ تھے۔ ان کے اسما کا ذکر ہے۔

سفیران نبوی گیارہ تھے، اور کاتبین تیرہ جن میں حضرت معاویہؓ اور زید بن ثابتؓ زیادہ خدمت پر مامور رہے۔ نجبا و رفقا بارہ تھے۔

گھوڑے دس تھے اور ان کے اسما اور کچھ تفصیل بھی مذکور ہے۔

اور خچر دو تھے اور ایک گدھا بھی تھا۔

دوسرے مویشی میں اونٹنیاں بھی تھیں، جن کی خاصی تفصیل ہے۔ شروع میں صراحت کی ہے کہ سیرت کی کتابوں میں گائے بھینس پالنے کا ذکر نہیں ملتا۔

ہتھیار: چار نیزے، ایک لکڑی/عصا، چار کمانیں، ایک ترکش، ایک ڈھال، نو تلواریں، دو زریں، ایک خود تھا، جھنڈا سیاہ عقاب نامی تھا۔

بہ وقت وفات اثاث البیت کی تفصیل بھی دی ہے۔

وفات: ۶۳ سال کی عمر میں صحیح تر اور ۶۵ اور ۶۰ سال والی روایات صحیح نہیں۔

وقت: ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن چاشت کے وقت، بعض روایات کے مطابق تاریخ ۲ ربیع الاول معلوم ہوتی ہے۔

تدفین: بدھ کی رات میں، ایک روایت منگل کی شب کے متعلق ہے۔

مرض الموت کی مدت: بارہ دن بیمار رہے۔ بعض نے چودہ دن کہا ہے۔

شدت حزن: تمام صحابہ بے حال، صرف عباس وابوبکر رضی اللہ عنہما ثابت رہے۔

قبر مبارک کو نو کچی اینٹوں سے ڈھانکا گیا۔

رفاقت صاحبین: حضرت ابوبکر وعمر عنہما بھی اسی حجرے میں مدفون ہوئے اور اسی پر محبّ طبری کا خلاصہ تمام ہوتا ہے۔

دوسرے مختصرات سیرت کا انداز واسلوب کم وبیش یک ساں ہے۔ وہ چند یا متعدد فصول میں پوری سیرت بیان کر دیتے ہیں اور ان کو موضوعاتی بناتے ہیں، جیسا کہ امام محب طبری کے خلاصۃ السیر کے ماڈل سے واضح ہوتا ہے، اور ان کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ چند اوراق میں سیرت کا خاکہ بیان کر دیں۔

اہم ترین مختصرات میں امام ابن الجوزی (م ۵۹۷/ ۱۲۰۰) کا خلاصۃ الوفا ہے، جو انہوں نے خود اپنی کتاب الوفا فی سیرۃ المصطفیٰ کا کیا تھا۔ حافظ عبدالغنی مقدسی (م ۶۰۰/ ۱۲۰۳) کی دو تلخیصات سیرت: الدرۃ المضیئۃ السیرۃ البنویۃ اور سیرۃ النبی ﷺ واصحابہ العشرہ چھپ چکی ہیں۔ اسی زمرے میں حافظ مغلطائی (م ۷۶۲/ ۱۳۶۰) کا اپنی مفصل سیرت الزہر الباسم کا خلاصہ ہے جو الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ کے نام سے ہے۔ لیکن وہ کافی مفصل وضخیم ہے اور اسلامی تاریخ خلافت کے ان کے زمانے کے ادوار تک وسیع ہے، لہٰذا وہ خلاصہ سیرت سے زیادہ ایک مختصر کتاب ہے۔ جیسے امام ابن عبدالبر کی کتاب الدرفی اختصار المغازی والسیر اور ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶/ ۱۰۶۳) کی جوامع السیرۃ کو مختصرات سیرت میں شمار کیا جاتا

ہے، یا کیا جانا چاہیے کہ ان کا کینوس خاصا وسیع ہے۔ امام ابن سید الناس (م ۷۳۴/۱۳۳۳) کے رسالے سیرت نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون کو بالعموم ان کی مفصل کتاب سیرت عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر کا خلاصہ بتایا جاتا ہے، وہ درحقیقت ان کی کتاب کی تلخیص نہیں اور نہ اس پر مبنی ہے۔ وہ اصلاً امام محبّ طبری کے خلاصہ سیرت کا اختصار ہے۔ جیسا کہ ایک تقابلی تنقیدی مطالعہ ثابت کرتا ہے۔ عام سیرت نگاروں اور کتابیات سیرت نویسوں نے بلاتحقیق وتقابل اسے مؤلف کی کتاب کا خلاصہ سمجھ لیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے دوستوں اور بزرگوں کی فرمائش پر اس مختصر ابن سید الناس کا ایک فارسی ترجمہ اس کی افادیت کے پیش نظر کیا تھا۔ ان کے ترجمے میں تحقیق وتلخیص اور استدراک ونقد کی شان ولی اللّٰھی پائی جاتی ہے، اس لیے وہ ایک آزاد وخود مختار مختصر سیرت ہے، اور اپنے مطالب واضافات اور حواشی وتنقیدات کے لحاظ سے منفرد مقام کی مالک ہے۔

ان کے علاوہ متعدد دوسرے قدیم ومتوسط ادوار کے مختصرات سیرت ہیں۔ جیسے احمد بن فارس (م ۳۹۵/۱۰۰۴) کا اوجز السیر لخیر البشر۔ ابن النفیس (م ۶۸۷/ ۱۲۸۸) کا الرسالۃ الکاملیۃ فی السیرۃ النبویہ۔ شیخ اکبر ابن عربی (م ۶۳۸/ ۱۲۴۰ء) کا اختصار السیرۃ النبویۃ۔ ابو الفداء اسماعیل (م ۷۳۲/ ۱۳۳۱) کا رسالہ المختصر فی اخبار البشر مدتوں مشہور ومقبول رہا، اور بسا اوقات نصاب کا حصہ بنا۔ اور متعدد دوسرے مختصرات۔ ان سب میں موضوعات سیرت اور ان کی ترتیب فصول ومباحث قریب قریب ایک جیسی ہے۔ لیکن ان کے مصنفین کرام کے علم وفضل نقد واستدراک، مصادر سے استفادے اور فنی تبحر کے سبب ان کو الگ الگ شناخت ومرتبت ملتی ہے۔

حافظ مقدسی کی خصوصیات میں یہ چند نکات شامل ہیں۔ وہ اپنی پسندیدہ اور مشہور ترین روایات نقل کرتے ہیں، جیسے ولادت نبوی کی تاریخ ۲ ربیع الاول روز دوشنبہ بیان کی ہے۔ بالعموم مآخذ کا ذکر نہیں کرتے، البتہ کہیں کہیں کرتے ہیں جیسے نسب نبوی کے بیان میں ابن اسحاق کا ذکر کیا ہے۔ اور باب حج وعمرہ میں ہمام بن یحییٰ کا اور غزوات میں ابن اسحاق، ابو معشر اور موسیٰ بن عقبہ کا ذکر کیا ہے، جیسے محب طبری وغیرہ کے خلاصوں میں ہے۔ صحیح روایات کو معروف کے صیغے سے اور مرجوح کو مجہول کے صیغے سے بیان کرتے ہیں۔ اور کہیں کہیں محاکمہ کرکے مختلف ومعارض روایات میں کسی کو اصح بتاتے ہیں۔ عام طور سے جمہور اہل سیرت وحدیث کی پیروی کرتے ہیں، لیکن کہیں کہیں انفرادی رائے بھی دیتے ہیں، جیسے وہ اسلام ابوطالب کی وکالت کرتے ہیں۔

امام ابن سید الناس کا طریقۂ تالیف وترتیب اسی جیسا ہے۔ متعدد اختلافی روایات بلامحاکمہ وترجیح نقل کر دیتے ہیں، جیسے ولادت نبوی کے باب میں ۲، یا ۳، یا ۱۲ ربیع الاول کی تاریخیں دی ہیں اور محاکمہ نہیں کیا۔ ۸ ربیع الاول کی مقبول عام اور محدثین کی پسندیدہ روایت کا حوالہ نہیں دیا۔ معروف ومجہول صیغوں سے صحیح ومرجوح روایت کی نشان دہی کرتے ہیں، اور کبھی کبھی صحیح روایت کا اظہار کرتے ہیں، جیسے وفات والدہ کے وقت عمر نبوی چار سال ہے، مثلاً سوانح نبوی کے باب میں وہ مختلف مراحل حیات کی توقیت وہ عمر نبوی کی تعین/ بہ قید سال وماہ وایام کرتے ہیں اور وہ امام محب طبری کی تقلید میں کرتے ہیں۔ امام موصوف کی مانند انہوں نے آغاز نبوت کی تاریخ اور ہجرت نبوی کی ابتدا کی تاریخ ۸ ربیع الاول دوشنبہ دی ہے۔ وہ بھی محب طبری سے استفادہ ہے اور مآخذ کے حوالے کم یاب ہیں لیکن کہیں کہیں ہیں جیسے اسمائے نبوی میں کتاب اللہ اور صحیح مسلم کا حوالہ ہے۔ ان کا اصل مآخذ ابن اسحاق واقدی اور محب طبری ہیں۔ نئی معلومات بھی ان کے ہاں دست یاب ہیں جیسے حضرت ثویبہ کو اسلمیہ اور اولین رضاعی ماں قرار دینا یا نامہ نبوی وصول کرتے نجاشی کا تخت سے اتر آنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمے سرور المحزون کے بھی خاص امتیازات ہیں۔ وہ متعدد عبارتوں میں تبدیلی کرتے ہیں، جیسے نسب ازواج کے بیان میں ہے۔ عربی مخطوط کے متن میں حضرت ثویبہ کی قبائلی نسبت اسلمیہ ثبت کی گئی ہے جیسے حضرت شاہ نے نکال دیا ہے۔ نواب صدیق حسن نے ابن عبد البر کے حوالے سے لکھا ہے عربی متن میں توضیح وتشریح کی خاطر فقروں وجملوں کا اضافہ کرتے ہیں، جیسے دوسرے سفر شام میں حضرت خدیجہ کی تجارت کا فقرہ بڑھایا ہے، ایسی تشریحات ضمائر کا مرجع کھولنے میں مدد دیتی ہیں۔

شاہ صاحب قوسین میں اختلاف اقوال کا اشارہ واظہار بھی دیتے ہیں، جیسے آغاز نبوت ۸ ربیع الاول کی تاریخ میں ''در بعض اقوال'' کا اضافہ کیا ہے کہ دوسرے اقوال بھی ہیں۔ معراج میں متن میں صرف نماز کی فرضیت کا ذکر کیا گیا ہے، حضرت شاہ نے نماز پنج گانہ کی تصریح کرکے اسے محقق بنادیا ہے۔ غزوات کا ذکر قتال کے حوالے سے بڑھایا ہے۔ مختلف فصول ومباحث میں حضرت شاہ صاحب نے ابن سید الناس کے متن پر اضافات فرمائے ہیں اور ان کے سبب تحقیق کا حق ادا کیا یا نئی معلومات وتشریحات دی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے اس ترجمے میں ان کے تسامحات بھی ہیں، جن کی نشان دہی کی گئی اور سب

سے اہم یہ کہ وہ صحیح روایت کی ضعیف روایت بھی نقل کر دیتے ہیں حال آں کہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ عربی متن میں موجود ضعیف روایات کی جگہ صحیح وثقہ روایت لائے ہیں۔

تحلیل و تجزیے سے مولفین مختصرات کے اعترافات و بیانات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کی تالیف میں متعدد مآخذ اصلی سے استفادہ کیا گیا تھا۔ مآخذ مصادر کے کشکول ہونے کا سبب وہ روایتی مصادر کا حصہ بھی بنے اور غیر روایتی مآخذ کے زمرے میں بھی شمار ہوئے، یہ دوگونا امتیاز ان کو ایک مقام خاص عطا کر گیا۔ اگرچہ عام سیرت نگاروں نے ان کو خاطر خواہ درخور اعتنا نہیں سمجھا کہ وہ صرف دو چار مصادر اصلی پر انحصار کرنے کے عادی ہیں۔ مختصرات سیرت کی اپنی فنی مرتبت اور تالیفی منزلت اپنی جگہ، سیرت نبوی کی نگارش و تحقیق میں ان کا کردار وعطیہ گراں قدر ہی نہیں معلومات افزا بھی ہے۔ سیرت نبوی کے بہت سے واقعات وحوادث میں شاید ان کا اتنا اہم کردار نہ ہو۔ لیکن افراد وشخصیات اور تفصیلات سے متعلق ان کا کردار ضرور کلیدی نوعیت کا ہے۔ وہ بسا اوقات ایسی معلومات وتشریحات اور جزائیات فراہم کرتے ہیں جو معروف مصادر اور کم دست یاب مآخذ یا مفقود مراجع کی یہ دولت تھیں لیکن ہر شخص کی دست رس میں نہ آسکیں۔ ایسی معلومات خلاؤں کو پر کرنے کے ساتھ رواۃ کی اصطلاحات وتعبیرات کو ان کا صحیح تناظر و معنی میں پیش کرنے میں مفید ثابت ہوئیں۔ ان کی چند مثالیں ذیل میں بحث وتجزیے کے ساتھ دی جاتی ہیں، اگرچہ ان کا حوالہ اوپر کسی نہ کسی طور آچکا ہے۔

رضاعت حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں عام مصادر کی روایات کی بنا پر ان کو ابولہب کی کنیز و باندی قرار دے دیا گیا ہے، حال آں کہ وہ ابن اسحاق وغیرہ اور محدثین کرام کے مطابق ابولہب ہاشمی کی مولاۃ تھیں اور یہ مولاۃ ولا کی نسبت سے تھی، اور وہ ان کی سرپرستی وجوار میں تھیں۔ ان کی باندی وکنیز نہ تھیں۔ حافظ ابن سید الناس نے اپنے مخطوطے نور العیون میں ان کو ''جاریۃ ابی لہب'' کہا ہے جیسا کہ متعدد اصلی مصادر میں بھی ملتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم اور عقدہ کش اضافہ یہ ہے کہ وہ الاسلمیہ تھیں یعنی قبیلہ بنو اسلم کی ایک فرد اور مکے میں اپنے خاندان کے ساتھ بس گئی تھیں۔ امام موصوف نے اپنے اس اضافے اور تصحیح کا ماخذ نہیں بتایا، لیکن ایک دوسری جدید مختصر سیرت الشمامۃ العنبریہ کے مؤلف گرامی نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی نے اس نسبت کو استعمال کر کے اس کا مآخذ حافظ ابن عبدالبر کو قرار دیا ہے اور وہ تحقیق طلب ہونے کے باوجود صحیح ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے فارسی ترجمے نور العیون، سرور المحزون، میں نہ جانے کیوں الاسلمیہ کی نسبت ساقط کر دی، اور جاریۃ کا ترجمہ کنیز کر دیا۔ حضرت شاہؒ

نے حضرت خدیجہؓ کے اولین مومن ہونے اور ان کے مہر کی رقم کی بابت ابن سید الناس کے بیان کو بھی اپنے ترجمے میں نہیں دیا ہے۔

متعدد مختصرات محب طبری ابن سید الناس وغیرہ بعض بل کہ اہم ترین مصادر اہل سیر نے نبوت اور تنزیل قرآنی میں فرق کیا ہے۔ بعثت کا واقعہ ربیع الاول ۴۱ عام الفیل کا واقعہ بتایا ہے، جب آپ ﷺ کی عمر شریف چالیس برس ایک روز کی تھی۔ اور غار حرا میں قرآن کی تنزیل کا واقعہ ۱۷ رمضان کا ہے۔ احادیث وآیات اور روایات اور تمام دوسرے داخلہ وباطنی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ بعثت کا آغاز رویائے صادقہ کی وحی حدیث سے ہوا اور اس کے چھ ماہ بعد بعد قرآنی آیات کی اولین تنزیل ہوئی۔ مگر عام سیرت نگاروں نے ان دونوں کو خلط ملط کر دیا، یہ سب ایک ہی وقت کا واقعہ بنادیا اور حدیث کی وحی کی اولیت فراموش کردی۔

حجۃ الوداع میں فقہا ومحدثین وارباب سیر کا اختلاف ملتا ہے کہ وہ حج قارن تھا یا حج تمتع، ہر ایک نے اپنے مسلک کے مطابق ثابت کیا ہے۔ حافظ ابن سید الناس نے اپنے مخلوطے میں اسے قارن قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ نے عمرے اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا۔ ہدی ساتھ لے جانے کا معاملہ بھی تھا، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس کلمے کے حاصل معنی صحیح اور واضح بتائے ہیں کہ اس کو فقہ میں ''قران'' کہتے ہیں۔

اسمائے نبوی کی فصل میں حافظ مقدسی وحافظ ابن سید الناس وغیرہ نے آپ ﷺ کا ایک اسم گرامی نبی الملحمہ بیان کیا ہے اور اس کا ماخذ صحیح مسلم بتایا ہے۔ یہ نام متعدد دوسرے مصادر سیرت وحدیث میں بھی ملتا ہے۔ اور صحیح مسلم کی احادیث میں بعض نسخوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت شاہؒ نے نہ جانے صحیح مسلم کا حوالہ ساقط کر دیا، اس کی جگہ ''نیز آمدہ'' رکھ دیا ہے۔ اسی طرح ''فی کتابہ'' کا ترجمہ بدل دیا ہے۔

تواریخ قبائل عرب

انساب سے متعلق قبائل عرب کے سماجی سیاسی اور قبائل وتمدنی حالات سے متعلق کتابوں کا شماران کی تواریخ میں کیا جاتا ہے۔ قریش مکہ کے قبائل وبطون کا ذکر جس طرح ان کی کتب نسب میں آتا ہے، اسی طرح ان کے قرب وجوار اور پورے ملک عرب کے قبائل کے انساب کا بھی آتا ہے، ان میں قریبی شہر وعلاقہ طائف ووادی ہوازن میں آباد قبائل خاص کر ثقیف اور ان کے مرکزی شہر طائف کی تاریخ پر متعدد

کتابیں ملتی ہیں۔نسب واخبار کی جامع ترین کتاب بلاذری کی انساب الاشراف ہے، جو تمام قبائل عرب کے حالات وواقعات اور اخبار بیان کرتی ہے۔اسی طرح ابن حزم اندلسی کی جمہرۃ انساب العرب نسب عرب کے ساتھ ساتھ ان کے اکابر واشخاص کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کرتی ہے۔

ثقیف وطائف کی تاریخ پر متعدد کتب قدیم ومتوسط اور جدید دور میں مرتب کی گئیں، اور جدید تحقیقات کی بنا پر ان کا سلسلہ جاری ہے۔ان کتابوں سے خاص کر رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسوانح کے بارے میں اہم ونادر معلومات روایات ملتی ہیں، جو اصل مصادر پر اضافات کرتی ہیں۔وہ قریش وثقیف اور مکہ وطائف کے باہمی تعلقات،سماجی،قبائلی،اقتصادی روابط اور دینی وتمدنی ارتباطات کو سامنے لاتی ہیں۔

تاریخ یمن سے متعلق بھی بہت سی کتابیں مرتب کی گئیں اور ان میں قدیم ترین سیرت نگاروں میں سے ابن ہشام کی کتاب ملوک حمیر وغیرہ شامل ہیں۔یمن اور حضر موت اور دوسرے جنوبی خطوں سے شمال عرب اور خاص قریش مکہ اور یہود مدینہ وغیرہ کے قدیم نسلی اور نسبی تعلقات تھے۔ملوک حمیر ویمن اور ان کے قرب وجوار میں غیر عرب علاقوں اور ان کے حکم رانوں سے ان کے تعلقات کے نشیب وفراز کے حوالے سے بھی ان کتب میں کافی تفصیلات موجود ہیں۔

سیرت نبوی سے متعلق ان تمام کتابوں سے کافی نئی معلومات ملتی ہیں: جیسے:

رسول اللہ ﷺ کے جدامجد عبدالمطلب ہاشمی اور ان کے معاصر قریش اکابر کے سماجی اور سفارتی اور تمدنی تعلقات۔

یمن اور مکہ اور شمال کے علاقوں سے ان کی قومی دینی اور تہذیبی روابط۔

رسول اللہ ﷺ کا بعض اسواق عرب میں دورہ تجارت اور سماجی روابط کی تفصیل بھی خوب ملتی ہے، اور بعد کے زمانے میں سیاسی ودینی ارتباطات وغیرہ۔

تواریخ امصار وبلاد

سیرت نبوی کے دو عظیم ترین مراکز مکے اور مدینے کی تاریخ پر متعدد کتابیں قدیم دور سے جدید زمانے تک تالیف کی گئیں،قدیم ترین اور معتبر ترین کتابوں میں امام ازرقی (م۲۲۳/ ۳۸/۲۵۰/۸۶۴) کی عظیم تالیف اخبار مکہ المکرمۃ اپنی معلومات کے لیے ایک عظیم ماخذ ہے،اس کے علاوہ مورخ مقریزی

(م ۸۴۵/ ۱۴۴۱) کی تاریخ کعبہ و بیت اللہ الحرام اور امام فاسی (م ۸۳۲/ ۱۴۲۸) کی العقد الثمین فی تاریخ البلاد الامین ایک اہم مرجع و ماخذ ہے۔

امام فاکہی کی المنتقیٰ فی اخبار ام القریٰ بھی قدیم ماخذ ہے۔ متعدد دوسری تواریخ مکہ سے قیمتی معلومات و اخبار ملتے ہیں، جن سے سیرت نگاری میں استفادہ کرنا لازمی ہے کہ وہ مصادر اصلی پر اضافے کرتے ہیں۔

ان تواریخ مکہ مکرمہ میں کعبہ اور بیت اللہ کی تعمیر و ترقی پر قیمتی روایات موجود ہیں جو قدیم دور سے عہد نبوی تک اور پھر اس کے بعد اسلامی ادوار تک مختلف تعمیرات اور اضافات وغیرہ کے بارے میں معلومات دیتی ہیں۔

مولد النبی ﷺ ہونے کے سبب ان مولفین کرام نے خاص طور سے سیرت نبوی کے متعلقہ ابواب وادوار کے بارے میں روایات دی ہیں۔ یہ کتب آباؤ واجداد نبوی، قریش مکہ اور ان کے حالات واحوال کی بڑی قیمتی معلومات پیش کرتی ہیں اور اصل مصادر سیرت کی خلاؤں کو پر کرتی ہیں۔ مثلاً ازرقی نے مناصب مکہ کی روایات میں سے ایک یہ نقل کی ہے کہ قصی بن کلاب کے پاس چھ مناصب تھے، جب کہ دوسرے مصادر ان حتمی تعداد نہیں بیان کرتے اور کرتے ہیں تو صرف پانچ کا ذکر کرتے ہیں اور منصب قیادہ (فوجی سالاری و قیادت قریش) کا ذکر نہیں کرتے۔ ازرقی نے صراحت کی ہے کہ قصی بن کلاب نے بہ وقت وفات اپنے چھ مناصب میں سے تین عبد الدار کو دیے تھے، اور تین دوسرے فرزند عبد مناف کو۔ اصل و معروف مصادر نے عبد مناف کو تمام مناصب سے محروم کرنے اور صرف فرزند اکبر عبد الدار کو تمام مناصب عطا کرنے کا بیان دیا ہے۔ اسی ابہام میں اصل مصادر منصب قیادہ کی قصی کی اولاد عبد مناف اور بنو عبد مناف میں موروثی انتقال کو نہیں بیان کرتے، جب کہ ازرقی اور ان کی تائید میں دوسرے مصادر اور تاریخی شواہد ثابت کرتے ہیں کہ عبد مناف کے بعد دو مناصب ان کے فرزند ہاشم کو سقایہ و رفادہ ملے تھے، اور منصب قیادہ فرزند اکبر عبد شمس کو اور عبد شمس کے بعد وہ امیہ اکبر کو ملا اور ان سے حرب بن امیہ کو اور عصر رسول ﷺ میں اس کے صاحب منصب ابوسفیان بن حرب اموی تھے، جو سالار اعظم قریش رہے، اور اسی حیثیت سے قریش کی قیادت کی۔ ازرقی وغیرہ کے بیان کو نظر انداز کرنے کے سبب بیشتر سیرت نگاروں نے مناصب قریش کی موروثی تقسیم و تبدیلی کا ذکر ناقص کیا اور تعصبات کو جنم دیا۔

جغرافیائی معلومات خاص کر مکہ مکرمہ کے مختلف علاقوں میں قریشی خاندانوں کی سکونت و آبادکاری

کی روایات ان کا دوسرا عطیہ ہیں۔ ان سے رسول اکرم کے آباؤ واجداد اور دوسرے عزیز واقارب کے مکانات وغیرہ کے بارے میں صحیح معلومات ملتی ہیں، جو اصل مصادر سیرت میں مفقود ہیں۔ ابن اسحاق نے رسول اکرم ﷺ کے مکان جدی وآبائی کا جغرافیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے ضمن میں ایک روایت میں مفصل بیان کیا ہے۔ ازرقی، فاکہی وغیرہ کے بیانات سے اس سلسلے میں مزید معلومات ملتی ہیں اور خاص کر دوسرے اکابر قریش کے مکانات ورباع اور علاقوں کی تفصیلات سامنے آتی ہیں۔

سیرتی واقعات وحوادث سے متعلق متعدد اور قیمتی روایات کتب تاریخ مکہ میں محفوظ کی گئی ہیں، جن سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا گیا، جیسے فتح مکہ کے زمانے میں رسول اللہ حجون نامی مقام سے مسجد حرام ہر نماز کے وقت آتے تھے۔ منی، مزدلفہ اور مسجد خیف میں آپ ﷺ کے منازل وغیرہ یا حرا سے غار ثور تک جانے کا آپ کا راستہ کیا تھا۔ مکے میں قریش کے کنوئیں کون کون سے تھے، اور ان سے کن قبائل کی وابستگی تھی، اسی طرح مختلف اکابر وشخصیات سے آپ ﷺ کے روابط کا بھی ذکر ملتا ہے۔

تاریخ مدینہ منورہ

حرم ثانی اور آخری قیام گاہ نبوی مدینہ منورہ کی تاریخ پر بھی کافی کتابیں قدیم زمانے سے مرتب کی گئیں، اور مزید تحقیقات کی جارہی ہیں۔ قدیم تاریخِ مدینہ میں سب سے زیادہ معروف ومشہور امام سمہودی (م۹۱۱/ ۱۵۰۵) کی وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ہے، اگر چہ وہ کافی بعد کی ہے۔ قدیم سیرت نگاروں اور اخباریوں میں عمر بن شبہ (م۲۶۲/ ۸۷۵) زبیر بن بکار (م۲۵۶/ ۸۷۰) نے اخبار المدینہ کے عنوان سے کتب لکھی تھیں۔ یہ کتب دست یاب نہیں ہیں، لیکن ان کی روایات واخبار بعد کی کتابوں میں متعدد راویوں نے محفوظ کیے ہیں، اور ان سے بعد میں آنے والوں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ سمہودی کی کتاب کے متعدد خلاصے بھی مرتب کیے گئے۔ ان تمام کتابوں میں مدینہ منورہ کے بارے میں بہت قیمتی اور نئی معلومات کے خزانے موجود ہیں۔

جغرافیائی اعتبار سے مدینہ/ سابق یثرب کی وادی اور دوسری اراضی کی تفصیلات ملتی ہیں۔ ان میں زرعی اراضی کا بھی ذکر ہے۔

عرب قبائل اوس وخزرج اور ان کے پڑوسی یہودی قبائل کے علاقوں، آطام (گڑھیوں) اور قلعوں کی تفصیلات کا عام بیان ہے۔

قبائلی آویزش اور سماجی واقتصادی تعلقات کی روایات تاریخی لحاظ سے بہت مفید اور قیمتی ہیں۔ ان

میں ایام العرب کا ذکر خاص ہے۔

خاص سیرت نبوی سے متعلق معلومات میں یہ تفصیلات شامل ہیں:

ہجرت کے بعد قبا اور مدینے میں مسجدوں اور مکانوں کی تعمیر اور مہاجرین کے ارباع اور مکانات کی تفصیل۔

ہجرت کے بعد کے واقعات سیرت اور خصوصاً غزوات وسرایا کے مقامات کے بارے میں معلومات۔

آب پاشی کے ذرائع اور کنوؤں کی تفصیلات، جن سے نبوی مدنی عہد کی سماجی اور اقتصادی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خاص سیرت وسوانح کے واقعات اور صحابہ کرام کے احوال وواقعات ان میں خاص ہیں۔

تاریخ امصار ودیار میں حافظ ابن عساکر کی تاریخ مدینہ دمشق بہت اہمیت کی حامل ہے کہ وہ صرف شہر کی تاریخ نہیں بل کہ پورے شام کی تہذیبی وتمدنی تاریخ پر مشتمل ہے۔ سیرت نبوی کے لحاظ سے اس کی خاص اہمیت یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اسفار شام کے حوالے سے پوری سیرت نبوی کو بیان کرتی ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے ادنیٰ مناسبت اور جزوی تعلق سے کلی تاریخ وسیرت کی نئی طرح ڈالی، اور اپنی اولین دو جلدوں میں پوری سیرت نبوی بیان کردی۔ بلاشبہ وہ قدیم تر مآخذ پر مبنی ہے، لیکن اس نے نئی اور قیمتی روایات دی ہیں، یا معروف ومشہور مصادر کی روایات پر خوب صورت اضافے کیے ہیں، یا ان کے خلاؤں کو پر کیا ہے، ان کی تصحیح وتائید کا کام کیا ہے۔

تالیفات اموال وخراج

عہد نبوی اور اس کے عظیم ورثے میں اسلامی خلافت میں زکوۃ وصدقات اور عشر وخراج وغیرہ کے محاصل کا ایک عظیم نظام استوار ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے ان مالی اقدامات اور اقتصادی ایجادات نے اسلامی مالیات اور اس کے منابع آراضی وتجارت وغیرہ کے ادارے قائم کیے۔ قرآن وحدیث اور سیرت کے اصل مصادر میں ان کی کافی روایات واحادیث ملتی ہیں، لیکن وہ منفرد مزاج اور اخباری نوعیت کی زیادہ حامل ہیں۔ ان کو ادارتی نوعیت وحیثیت اموال وخراج وزکوۃ کی تالیفات کے مرتبین کرام نے عطا کی، اور

ایک خاص جہت پر مبنی کتاب خانہ تیار کیا۔ اماماں فقہ ابو یوسف (م۱۸۲/ ۷۹۸) اور یحییٰ بن آدم (م۲۰۳/ ۸۱۸) اور دوسرے مؤلفین کتب الخراج نے اولین کارنامے جمع کیے۔ یہ ذخیرہ مالیات عامہ، خراج وعشر، عدالت، جنایات اور اسی قسم کے دوسرے مسائل متعلق ہے، اور عہد نبوی کی مالیات کے بارے میں قیمتی خزانہ ہے۔ امام ابوعبید قاسم بن سلام (م۲۲۴/۸۳۴) وغیرہ نے ان پر اضافات کرکے قاموسی نوعیت کی تالیفات مرتب کیں، اور عظیم ورثہ فراہم کیا ہے۔

تالیفات اموال وخراج میں بنیادی طور سے عہد اسلامی اور خاص کر عہد نبوی میں زکوۃ وصدقات اور جزیہ وخراج وغیرہ کی معلومات وروایات شامل ہیں، ان کے بارے میں بہت سے قیمتی معلومات یہ بتاتی ہیں کہ وہ کن لوگوں سے لیا جاتا تھا، ان کی قیمت وقدر کیا تھی اور ان کی شرعی حیثیت کیا تھی۔ ان قیمتی معلومات کو ایک جگہ جمع کرنے کے علاوہ ان کتابوں سے بہت سی دوسری نوعیت کی روایات ومعلومات ملتی ہیں جو سیرت نبوی کو ہمہ گیر بناتی ہیں۔

آپ ﷺ نے شہروں کی محدود کاری یا آبادکاری کی قدو قیمت متعین کی، اور ان کو ایک حد سے زیادہ نہ پھیلنے دینے کا حکم دیا، اور ایک حد کے بعد نئے شہر بسانے کا حکم دیا، تاکہ آبادی کے اضافے کے باعث مسائل نہ پیدا ہوں اور سماجی، اقتصادی اور دینی نظام میں خلل نہ واقع ہو۔

ابوعبید قاسم بن سلام کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے شہر مدینے میں راستوں اور اراضی اور سڑکوں پر ناجائز تصرفات کو ختم کیا۔ گلی کوچوں کی چوڑائی سات ہاتھ مقرر کی اور اس پر عمل کا سختی سے حکم دیا۔ اس کا ذکر بعض کتب حدیث میں بھی پایا جاتا ہے۔

قاضی ابو یوسف کے مطابق آپ ﷺ نے حرم مدینہ کا رقبہ بارہ مربع میل مقرر فرمایا، قاضی موصوف کا ایک اور بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کے قرب وجوار میں چار میل کی حدود میں زراعت جدید کرنے سے منع کیا۔

قاضی ابو یوسف اور امام قاسم بن سلام کے مطابق آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی افتادہ اراضی کی ملکیت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کی تقسیم کا نظام مقرر کیا۔

قاضی صاحب موصوف کی ایک روایت ہے کہ عرب قبیلوں کے ساتھ جو معاہدات آپ ﷺ نے کیے ان میں ایک شق بھی ہوتی تھی کہ مسافروں کی تین دنوں تک کم ازکم میزبانی کرنی لازمی ہے۔

ان کی تالیفات اموال وخراج وغیرہ میں انتظامی، سماجی اور تمدنی اقدامات نبوی کے دوسرے متعدد

شاہ کار موجود ہیں۔ سوانح اور سیرتی روایات اور اشارات کی بھی کمی نہیں ہے۔ ان کی بنا پر ان روایات کی روشنی میں عہد نبوی ﷺ کے نظام زراعت و مال کے علاوہ شہروں کی آبادکاری اور اس سے وابستہ معاشرتی معاملات کا ایک نظام مرتب کیا جا سکتا ہے۔

کتب فتوح البلدان

فتوح البلدان کے عنوان سے مورخ بلاذری اور فقیہ ابن اعثم کوفی (م۳۱۴/۹۲۶) کی کتابیں کافی معروف اور اہم سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ قدیم و جدید مؤلفین کرام نے الغزوات والفتوح یا فتوح النبی ﷺ کے عنوان سے بھی کتابیں لکھی تھیں، اور ان میں امام مدائنی (م۲۲۰/ ۸۳۹) اور عبدالرحمٰن بن محمد بن حبیش اندلسی (م۵۷۴/ ۱۱۷۸) کے علاوہ متعدد دوسرے اہل قلم کے نام شامل ہیں۔ وہ خاص نوعیت کی کتابیں تھیں۔ فتوحات نبوی کے حوالے سے بلاذری نے یہودی قبائل مدینہ و خیبر وغیرہ کے علاوہ مکہ، طائف اور تبوک وغیرہ کی فتوح و علاقائی غزوات کا ذکر کیا ہے۔ وہ بسا اوقات ان میں بعض نئی اور نادر معلومات لے آتے ہیں، جو ان کی عظیم تالیف سیرت انساب الاشراف میں کسی وجہ سے نہ آسکیں، ان میں جغرافیائی معلومات اور علاقوں اور خطوط اور شہروں کی تفصیلات بہت خاص ہوتی ہیں اور ان سے سیرت نبوی کی نگارش وسیع تر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں دوسری سیرتی، سوانحی اور تمدنی، سیاسی اور دینی واقتصادی جزئیات بھی مل جاتی ہیں۔ مثلاً:

ہجرت مدینہ کے بعد سیرت نبوی کا مختصر خاکہ بیان کر کے مختلف مقامات و مساجد کا ذکر کیا ہے اور روایات ائمہ سیرت دی ہیں۔

بلاذری نے مثلاً مساجد نبوی اور خاص مساجد الدار کا ذکر اپنی فتوح البلدان میں کیا ہے۔ اسی طرح مقام جرف کی تصریح کی ہے کہ وہ بنو النضیر کا علاقہ تھا، اور وہاں زیادہ تر ٹیلے تھے۔ مسجد قبا اور مسجد ضرار کے بارے میں آیات کریمہ اور واقعات بھی نقل کیے ہیں۔

مسجد خیف کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے کہ وہ جوف مدینے سے باہر تھی، مگر شہر سے اس کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔

وادی مہروز میں آب پاشی کی نہروں کے بارے میں قضایائے نبوی کا ذکر خاص ہے۔ اقطاعات نبوی کا ذکر بھی اس کا ایک حصہ ہے۔

دومۃ الجندل کو پتھروں کا بنا ہوا شہر بتایا ہے، اور اس کے مقابل دولۃ الحرا کی تعمیر تراشے ہوئے پتھروں سے اس طرح کی گئی تھی کہ دو پتھروں کے درمیان لکڑی کے تختے رکھے جاتے تھے۔

مکہ مکرمہ کے کنوؤں کے علاوہ سیلابوں (السیول) کی ایک مختصر تاریخ دی ہے، جس میں جاہلی دور کی قیمتی معلومات ہیں۔ بلاذری نے اوس وخزرج کے جنوبی عرب سے ہجرت کے اسباب میں ملک سے خانہ جنگی کو بھی گنایا ہے۔ ابن ہشام میں اس پر تشریح مذکور ہے۔

فتوح البلدان بلاذری میں متعدد شہروں اور خاص کر حرمین شریفین میں مکانات کی تعمیر کے سلسلے میں نئی معلومات بیان کی ہیں۔

شہر طائف کی فصیل اور اس کے علاقوں اور باغات واموال کے معاملے میں بھی کافی روایات فتوح البلدان وغیرہ میں ملتی ہیں۔

اموال بنی النضیر، بنی قریظہ، خیبر، فدک، مکہ، طائف کے علاوہ تبالہ وجرش، دومۃ الجندل، صلح نجران، الیمن، البحرین اور الیمامہ کے بارے میں عہد نبوی کی بہت معروف اور نادر معلومات کے علاوہ خلافت اسلامی کے بعض ادوار کی روایات بھی نقل کی ہیں۔

بعض عام تہذیبی روایات کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسے بعثت نبوی کے وقت قریش کے صرف سترہ اشخاص لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ خبر عام طور پر روایتی سیرت نگاروں نے بلا نقد قبول کی ہے، مگر وہ صحیح نہیں، کیوں کہ دور جاہلی اور دور اسلام کے سنگم پر ان فنون کے جاننے والوں کی تعداد کافی تھی۔

(بلاذری۔ فتوح البلدان۔ مرتبہ عبداللہ انیس الطباع وغیرہ، دارالنشر للجامعین، بیروت ۱۹۵۷ قسم اول عہد نبوی سے متعلق ہے) یہ صرف ایک معروف ومقبول کتاب فتوح البلدان کی بعض نادر معلومات وحقائق کا ایک مختصر اشارہ ہے۔ اس نوع کی قیمتی تالیفات میں سیرت نبوی کے بہت سے واقعات واخبار بھی ملتے ہیں، اور خاص طور سے غزوات وسرایا کے فوجی معاملات سے متعلق نادر معلومات ہیں، جو اصل مصادر پر گراں قدر اضافے کرتی ہیں۔

معاجم صحابہ کرام

امام ابن سعد کی الطبقات الکبریٰ ان کے استاد امام واقدی کی اسی عنوان کی کتاب پر مبنی ہے، اور شاید اسی سے ماخوذ بھی۔ واقدی کی کتاب دست یاب نہ ہونے کے سبب ان دونوں کے مابین موازنہ ممکن

نہیں، لیکن جس طرح کاتب وشاگرد ابن سعد ان سے نقل کرتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ وہی بنیادی مقصد ہے، جس میں اضافات شاگردوں کے عطایا ہیں، یہ قدیم ترین معاجم صحابہ کرام میں شمار ہوتی ہے، اور اسی نے بعد کے مؤلفین اور ان کے معاجم جیسے ابن اثیر کی اسد الغابہ اور ابن حجر کی الاصابہ کو مجموعی تناظر فراہم کیا۔ مغربی عالم اسلام میں ابن عبدالبر کی الاستعاب بھی اسی طرح ان کے زیر اثر صحابہ وصحابیات کی سوانح عمری پر مشتمل کتب کی نمائندہ بنی۔ اسلامی کتاب خانے میں اس نوع خیرامت کے حوالے سے متعدد تالیفات کی گئیں، اور ان میں سے بہت سے ہم تک نہیں پہنچیں، لیکن انہوں نے اس سلسلے کو باثروت بنانے میں حصہ لیا۔ امام ابوحاتم محمد بن حیان البستی (م۳۵۴/ ۹۶۰) امام ابن سید الناس (م۷۳۴/۱۳۳۳) کی تحصیل الاصابہ وغیرہ دوسری اہم ترین سوانح عمری ہیں۔ ان عظیم وضخیم معاجم کی تلخیصات بھی مرتب کی گئیں، جیسے یحیٰی بن حمیدہ (م۶۳۰/ ۱۲۳۲) کی تہذیب الاستیعاب ہے، یا اس کی ذیول ہیں جو ادرعی اور ابن فحول کے قلم سے ہیں۔

سیرت نبوی اور سیرت وسوانح صحابہ کرام کا لازم وملزم کا ارتباط ہے، یوں کہ اول الذکر لازم نے اپنے ملزومات کی شخصیت سازی کی ہے۔ صحابہ کرام کے ان تمام معاجم اور سوانح عمریوں کے آغاز میں رسول اللہ ﷺ کی مختصر جامع سیرت ہوتی ہے، جو ابن سعد وغیرہ کے ہاں میں ہمہ گیر اور کامل سیرت بن گئی۔ بسا اوقات مختصر سیر و معاجم میں بھی ایسے نادر ونایاب جواہر سیرت اور معلومات حضرت مل جاتے ہیں جو عام ومعروف مصادر میں نہیں آتے۔ اور صحابہ کرام وصحابیات طاہرات کی مختصر وکسی قدر مفصل سوانح عمریوں میں بیش بہا معلومات ہوتی ہیں، جو عام روایات پر قیمتی اضافات کرتی ہیں۔ مصادر اصلی اور معروف مآخذ میں صحابہ وصحابیات کے اسما، قبول اسلام، تعلیم وتربیت، صحبت نبوی سے شرف اور متعدد دوسری جہات کا ذکر اکثر وبیشتر نہیں آتا، صحابہ کرام جیسے خلفائے اربعہ وعشرہ مبشرہ اور دوسرے طبقات واشخاص کی خاص سوانح عمریاں زیادہ جزئیات وتفصیلات بھی رکھتی ہیں۔ جیسے امام محب طبری (م۶۹۴/ ۱۲۹۴) کی الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ یا امام احمد بن حنبل اور متعدد قدیم اہل قلم کی فضائل الصحابہ بجائے خود مآخذ ہیں۔

حافظ ابن مندہ (م۳۹۵/ ۱۰۰۴) کی معرفۃ الصحابہ اور اسی عنوان وموضوع ونوعیت کی دوسری جامع کتب نئی معلومات سے سیرت نبوی کو مالا مال کرتی ہیں۔

جیسے حافظ ابن مندہ نے تمام دوسرے اہل السیر کے برعکس حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا

اثبات کیا ہے۔

ابن عبدالبر قرطبی نے اور ان سے اخذ کر کے ابن سید الناس نے اولین رضاعی ماں، ثویبہ کو الاسلمیہ کی نسبت کی شناخت دی۔

اسلام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خبر کی اشاعت عام کے ضمن میں ابن اسحاق وابن ہشام وغیرہ نے حضرت جمیل بن معمر جمحی رضی اللہ عنہ کا ذکر ایک معاند وعام فتنہ پرور شخص کے بہ طور کیا ہے۔ ان معاجم کے ذریعے اور بعض دوسرے غیر روایتی مآخذ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک حکیم ودانش مند شیخ قریش تھے اور اپنی صفات دانش وبنیش کے سبب ذوالقلبین (دوقلب والے) کے لقب سے مالقب تھے، اور فتح مکہ میں اسلام لائے تھے اور عظیم صحابی بنے تھے۔ معمر وبزرگ تھے اور حنین وغیرہ میں شریک رہے اور جنگ فجار میں اپنے والد کے ساتھ شرکت کی تھی۔ یہ تفصیلات صرف معاجم میں ہی ملتی ہیں۔ ان کے لقب پر آیت کریمہ: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِه (۲) کا حوالہ امامان سیرت کا بے سبب اطلاق ہے۔

جمہان الاعمی اسد الغابہ واصابہ کے مطابق نابینا تھے اور وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہؓ کو پردے کا حکم دیا۔

حضرت خارجہ بن نعمانؓ کا تنور مشترکہ تھا۔ ساجھے کا چولہا۔ ان کی دختر ازواج مطہرات کے لیے روٹی پکاتی تھیں۔

متعدد صحابہ کرام نے مختلف نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت قرآن سنی، جیسے حضرت زرعہ بن خلیفہ یمامی نے سورہ التین وقدر نماز مغرب میں، جبیر بن مطعم بن عدیؓ نے سورہ طور نماز مغرب میں۔ اول الذکر نے سورہ کافرون وسورہ اخلاص کی تلاوت بھی مغرب میں سنی، قرأت نبوی پر ایک مطالعہ تحقیق ایک نئی جہت سنت اجاگر کرے گا۔

بہت سے صحابہ کرام وصحابیات طاہرات کے بارے میں یہ معلومات ملتی ہیں کہ وہ کب خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں، جیسے:

جمرہ بن نعمان عذری وفد عذرہ میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے صدقات لائے۔

معدان بن نعمان کندی وفد کندہ میں آئے۔ ان کے ساتھ حضرت جلاس بن عمرو کندی تھے، وفد کندہ میں ساتھ سوار تھے۔

الاسود بن عبداللہ سدوسی وفد یمانہ کے چار ارکان میں شامل تھے۔

حبیش بن خالد خزاعی حضرت ام معبدؓ کے برادر تھے، اور سفر ہجرت نبوی کے راوی، شریک فتح مکہ، ان کے دو برادر تھے خویلد و حنیس، ان کا ذکر اصل مصادر میں نہیں آتا۔

صدقات قوم لانے والے صحابہ کرام کی ایک پوری نوع بنا کر عہد نبوی کے صدقات سے متعلق معلومات کا ذخیرہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ ان میں شامل تھے مذکورہ بالا کے علاوہ، حضرات حارث بن حکیم ضبی، ربیعہ بن لہیعہ حضرمیؓ (زکوۃ مال) وغیرہ بہت سے دیگر حضرات۔

متعدد صحابہ کرام کو حاضری کے ثمرے میں کتاب نبوی کا شرف ملا، ان میں شامل تھے۔ جرو یا جزء بن عمرو عذری، انس سلمی اور ان کے پدر گرامی، حارث عکلی، حارث بن مسلم تمیمی، حارث بن قطن کلبیؓ، حصین بن نضلہ اسدی، حضرمی بن عامر اسدی، حمزہ بن مالک ہمدانی اور متعدد دوسرے۔

اقطاعات نبوی سیرت نبوی کی ایک مالی جہت ہے اور آراضی کی تقسیم سربراہ حکومت اسلامی کی خاص الخاص حیثیت کی علامت۔ معاجم صحابہ سے ان تمام اقطاعات نبوی پر قیمتی معلومات اور ان کی علاقائی شناخت وغیرہ کی تفصیلات پر ایک دفتر تحقیق تیار کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ایاس بن قتادہ عنبریؓ، وفد بنو عنبر میں اقطاع مشروط، ثور بن عزرہ قشیری، اقطاع سے سرفراز۔ بلال بن حارث مزنی کو اقطاع عتیق اور ان کے ہم نام بلال بن حارث مزنی بھی اقطاع سے سرفراز۔

دوسرے مقطعان نبوی تھے: حضرت جمیل بن ردام عذری (رمدا نامی)

تحنیک کی ایک سماجی اسلامی روایت تھی کہ نومولود کو خدمت نبوی میں لایا جاتا اور آپ ﷺ کھجور وغیرہ کو اپنے لعاب ظاہر سے نرم کر کے چٹا دیتے، متعدد اصاغر صحابہ کے بارے میں تحنیک نبوی کا ذکر معاجم میں آیا ہے، ان میں سے تمام کا ذکر مختلف جہات سے کیا جائے تو عہد نبوی کی ایک سماجی روایت کا مطالعہ سامنے آسکتا ہے، ان میں شامل چند شخصیات ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے فرزند اکبر حضرت ابراہیمؒ، حضرات حسنین، عبداللہ بن عامر بن کریز اموی۔

رسول اکرم ﷺ کی مختلف خدمات انجام دینے والے صحابہ تھے۔ ان میں مکے سے مدینے آب زم زم لانے والے تھے، حضرت ایشلہ خزاعی۔ سفیر حضرت سہیل بن عمرو عامری۔ ہدایا لانے والے صحابہ کرام میں بہت سے شامل تھے۔ حضرت جشم صدفی، جزء سدوسی، خفاف بن ایماء غفاری، دونوں والد و

فرزند۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد عم زاد اور دوسرے عزیزوں کی تفصیل بھی ان ہی سے ملتی ہے، جیسے حضرت بشر بن عمرو خزرجی نجاریؓ کی زوجہ آپ ﷺ کے چچا مقوم کی دختر تھیں، اور ان کے دو فرزند تھے۔

کتاب الشعر والشعرا

متعدد قدیم اور ثقہ امامان حدیث و ادب نے شعر و ادب میں عہد نبوی اور اس سے قبل جاہلی شعرا و ادبا کا ذکر کیا ہے۔ ان میں محدث و مورخ ابن قتیبہ دینوری صاحب المعارف کی کتاب الشعر اوالشعرا کو اپنی خصوصیات اور ادبی محاسن کی وجہ سے ایک مرتبت حاصل ہے۔ دوسرے ادیب و شعر کے پارکھ جمحی (محمد بن سلام م ۲۳۱/ ۸۴۵) ہیں، جن کی طبقات الشعرا کلاسیکی دور کے شعرا کے عطایا کا جائزہ لیتی ہے۔ ان کے علاوہ ابو الفرج اصفہانی (م ۳۵۶/ ۹۶۷) کی شہرہ آفاق اور کسی حد تک بدنام زمانہ کتاب االاغانی شعر و موسیقی کا ایک خزینہ ہے۔ شعر و ادب میں نظم کے علاوہ نثر عربی کی متعدد تالیفات بھی ہیں، جیسے متعدد کتب بلاغت، کتب قواعد الشعر، کتب نقد الشعر اور کتب البدائع، ان کے مولفین میں المبرد (م ۲۸۵/ ۸۹۸) ثعلب (م ۲۹۱/ ۹۰۴)، ابن المعتز (۲۹۶/ ۹۰۶)، قدامہ بن جعفر (م ۳۳۷/ ۹۴۸) بہت اہم ہیں۔ اور ان کی تالیفات موجود ہیں۔

ان تالیفات میں شعر و ادب اور موسیقی و لحن کے حوالے سے بیش بہا روایات و معلومات عہد نبوی اور سیرت نبوی کے بارے میں ہاتھ آتی ہیں۔ وہ سیرت نبوی کے ادبی و شعری ابعاد و جہات اور اس خیر القرون میں ادب عالیہ کے فروغ و کردار اور تہذیب میں ان کے کردار کے بارے میں تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ سیرت نبوی کے مصادر اصلی میں ابن اسحاق/ ابن ہشام اور واقدی و ابن سعد نے بھی شعر و ادب نبوی کا مواد جمع کیا ہے، جن پر نقد و استدراک بھی کیا گیا ہے۔ ادبی و شعری تالیفات سے سیرت نبوی کے ان تہذیبی و تمدنی جہات اور پہلوؤں کے بارے میں جو معلومات خاص ملتی ہیں وہ اسلامی ادب کا ارتقا بتاتی ہیں۔ مدح الرسول ﷺ اور نعت نبوی میں جو تالیفات کی گئیں، وہ شمائل اور فضائل نبوی کے نئے حسین اور عظیم گوشے سامنے لاتی ہیں اور پیکر نبوی کو قارئین کے سامنے مصور کرتی ہیں۔

مدحت نبوی میں ایک خاص صفت ارجوزہ کے نام سے ارتقا پذیر ہوئی، اور اس نے صفات معنوی کے ساتھ واقعات سیرت کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ حضرت کعب بن زہیر کا قصیدہ بانت سعاد اور امام

بوصیری کا قصیدہ بردہ اتنے مقبول ومشہور ہوئے کہ ان کی بہت سی شروح نظم ونثر میں لکھی گئیں۔ سیکڑوں ادبی وشعری تالیفات میں سیرت نبوی اوراس کے بہت سے ابعاد وجہات کا تجزیہ خاص زاویوں سے کیا گیا اور معلومات میں اضافہ بھی کیا گیا۔

جمحی نے ایک اہم نادر حدیث وسنت یہ نقل کی ہے کہ آپ ﷺ شہر البصر اور ہر ماہ تین ایام کے روزے رکھتے تھے اوران کی فضیلت بتاتے تھے۔(۳) اس سے قبل بنوزہیر بن اقیش کے نام کتاب نبوی کا متن بھی نقل کیا ہے۔

حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ وہ جاہلیت کے شعرا وفرسان میں ممتاز تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے شعر ترک کردیے۔ حضرت عمرؓ نے ایک باران سے اپنے اشعار سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کردی اورفرمایا کہ اس کے بعد شعر کیا کہتا۔

ان کے تذکرے میں بعض واقعات سیرت کا بھی ذکر کیا ہے اور بعض صحابہ کرام کے بارے میں تبصرے بھی نقل کیے ہیں، جیسے واقعہ رجیع پر اشعار، ایسے ہی حضرت زید الخیر، النابغۃ الجعدی، عباس بن مرداس سلمی وغیرہ شعرائے عہد نبوی کے بارے میں نئی روایات دی ہیں۔(۴)

حقوق المصطفیٰ پر تالیفات

امت اسلامی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے اور کسی قسم کے حقوق واجب ہیں، اس خاص زاویے سے متعدد کتب مرتب کی گئیں، وہ ایک طرح سے سیرت نبوی کی تشریحی مطالعے وتحقیق کی جہت ہے، اور بسااوقات پوری سیرت نبوی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرلیتی ہے۔ اس نوع کی بہت سی تالیفات میں قاضی عیاض (م ۵۴۲/ ۱۱۴۹) کی کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ اورامام ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱/ ۱۳۵۰) کی زاد المعاد فی ھدی خیر العباد سب سے زیادہ معروف ومشہور ہیں، اوران کی متعدد شروح اور تلخیصات بھی کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی اور کتب ہیں، ان میں پوری سیرت نبوی کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔ امام قاضی کی کتاب الشفا کو ایک تحقیقی قاموس سیرت کا عظیم مقام حاصل ہے۔ بسا اوقات ان کے روایات ومعلومات کے علاوہ ان کے تجزیاتی مباحث وتنقیدی استدراکات سیرت نبوی کے اہم ترین جہات کی صحیح تر تشریح کرتے ہیں۔ مثلاً قاضی صاحب موصوف نے بہ دلائل نقلی وعقلی ثابت کیا ہے کہ شق

صدر کا معجزہ تطہیر صرف ایک بار بچپن میں پیش آیا تھا اور دوسری روایات اسی کی جہات ہیں۔ روایتی سیرت نگاروں کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں کہ وہ روایات کے تعداد کے اسیر اور تجزیے و تحلیل سے عاری اور تدبر و تفکر سے مجتنب ہیں۔ سید سلیمان ندوی جیسے محقق و تجزیہ نگار نے صحیح مسلم کی حدیث کی تعبیر و تشریح میں غلطی کی اور بچپن کی صراحت کو تاویل کی بھینٹ چڑھا دیا۔ قاضی عیاض کی روایات و معلومات اور دوسرے مباحث اور تجزیے سیرت نبوی کی ہمہ گیری، گہرائی اور عظمت و جلالت کو مزید اجاگر کرتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب بغیۃ الرائد الیٰ ماتضمنہ حدیث ام زرع من الفوائد ایک ادبی حدیث کی شرح پیش کرتی ہے، جس میں نئی معلومات ہیں۔ عام طور سے قاضی موصوف کی کتاب الشفا کو رسالت پناہی پر معترضین کے جواب ورد کی کتاب قرار دے کر اس کا اعتبار ساقط کیا جاتا ہے۔ ورنہ وہ سیرت نبوی کی ایک عظیم کتاب ومصدر رہے۔

امام ابن قیم الجوزیہ نے زادالمعاد کے ابواب سیرت میں بالعموم روایتی سیرت نگاری کا طریقہ اختیار کیا ہے، مگر ان میں جواہر سیرت بھی ہیں جیسے:

واقعہ فیل، عام الفیل میں ولادت نبوی، دراصل رسول اللہ ﷺ کے ظہور اور فتح مکہ کا مقدمہ تھا۔

آپ ﷺ کے ختنے کی روایت کو عرب دستور کے مطابق تسلیم کر کے باقی تمام دوسری روایات وافکار کو مسترد کر دیا ہے۔

اسمائے گرامی محمد واحمد کی تشریح کی ہے۔

نبوت کی ابتدا سب سے پہلے خواب (روایائے صالحہ) سے ہوئی۔ قرآن کی تنزیل بعد میں ہوئی، اولین وحی میں حدیث حضرت عائشہ بہ وجوہ صحیح ہے۔

دعوت کے پانچ مراحل ہیں، آخری مرحلہ تمام جن وانس کو انذار ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی سے آپ کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب عدوی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، جو ام المومنین کے عم زاد تھے۔ یہ بحث بہت عمدہ و تجزیاتی ہے۔

امام ابن قیم کی حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان امویؓ سے نکاح نبوی پر تنقیدی بحث بہت محققانہ ہے، اور نقد حدیث کی ایک عمدہ مثال ہے۔

مختلف دینی، تشریعی، سماجی اور اقتصادی معاملات میں نبوی اسوۂ حسنہ کی بحث، اگلے تمام مباحث اسی اسوہ نبوی کے اثبات کے لیے ہیں۔

کتب ولاۃ وحکام

محمد بن عبدوس کوفی جہشیاری (م ۳۳۱/۹۴۳) کی کتاب الوزاء والکتاب ایک رجحان ساز کتاب ثابت ہوئی۔ مؤلف گرامی نے عہد نبوی کے وزرا اور کاتبوں پر بھی لکھا ہے، اور ان سے لے کر اپنے زمانے یا عبدالمامون تک کے وزیروں اور کاتبوں کی تاریخ بیان کی ہے۔

اس میں نبوی وزیروں اور حضرات شیخین اور دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ آپ ﷺ کے کاتبین کرام کے حوالے سے بعض اہم واقعات سیرت کے حوالے دیے ہیں، ان میں عہد نبوی کے ثابت قدم کاتبین کرام کی فصل بہت دل چسپ ہے کہ ان میں سے کون کون وحی کی کتابت کرتے تھے، اور کون کون دوسری چیزوں کی، مثلاً حضرات عبداللہ بن ارقم اور علاء بن عقبہؓ قبائل اور ان کے پانیوں (میاھھم) اور انصار کے مردوں اور عورتوں کے مکانات کے بارے میں لکھتے تھے۔ انہوں نے ایک دل چسپ روایت یہ بیان کی ہے کہ آپ نے آغاز میں چار کتابیں لکھیں اور اول میں بسمک اللّٰھم سے آغاز کیا، پھر سورہ ہود کے نزول پر دوسری کتاب میں بسم اللہ لکھا۔ تیسری کتاب میں سورۂ اسرا کے نزول کے بعد بسم اللہ الرحمٰن لکھا، اور آخری میں سورہ نحل کے نزول کے بعد پوری بسملہ لکھی۔ ابن عبدالحکم مصری (م ۲۵۷/ ۸۷۱) کا اصل نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم تھا اور وہ علم حدیث کے ماہر عالم تھے اور فتوح کے مولف۔ (۵)

اس کتاب میں قضاۃ مصر کے علاوہ اولین دور کے قضاۃ کا تذکرہ ہے اور وہ قاضیان عہد نبوی کے بارے میں کافی معلومات بہم پہنچاتا ہے، اور مصری صحابہ کے بارے میں امام سیوطی نے اپنی کتاب حسن المحاضرہ اور علامہ مقریزی نے اپنی کتاب الامتاع وغیرہ میں اس تصنیف امام سے بہت کچھ لفظاً لفظاً اخذ کیا ہے۔

ابوعمر محمد بن یوسف کندی مصری (م ۳۵۰/ ۹۶۱) کی کتاب الولاۃ وکتاب القضاۃ اصلاً مصری ولاۃ وقضاۃ کے بارے میں، جو عہد فاروقی سے مقرر ہوئے۔ لیکن ان میں اولین ولاۃ وقضاۃ صحابہ کے حالات وواقعات کے ضمن میں بعض سیرتی معلومات بھی بیان ہوئی ہیں اور دوسری اہم روایات بھی۔ جیسے حضرت مقیس بن سعدؓ کی بیان کردہ حدیث نبوی: المکر والخدیعة فی النار حضرت عمر بن العاص سہمیؓ کے بعض واقعات وصفات جیسے وفات کے وقت وہ صحبت نبوی کا شرف بیان کرتے تھے، اور اپنی فتوحات شام وغیرہ سے شہادت توحید ورسالت کو اہم سمجھتے تھے۔ قضاۃ مصر میں صحابہ کرام کی تقرری کے واقعات وروایات میں

بعض سیرت نبوی کی روایات بھی دی ہیں، جیسے حضرت صلہ بن حارث غفاری صحابی رسول اللہ ﷺ نے اعلان حق کیا تھا۔ واللہ ماترکنا عہد نبیا ولا قطعنا ارحا مناحتی قمت انت واصحابک بین اظہر نا (۶) یا جیسے حضرت سلیم بن عتر نے حضرت عمرؓ کے سورہ حج میں دوبار یا دوسجدے ادا کرنے کی سنت کا ذکر کیا ہے۔(۷)

کتب الفہارس والمعارف

فن سیرت نگاری کے ارتقا میں امام معمر بن راشد جیسے فہرست نگاروں نے خاص کردار ادا کیا تھا، اور نئی طرح تالیف ڈالی تھی، انہوں نے مختلف النوع فہرستیں تیار کی تھیں، جو مکی اکابر اور اسلامی شخصیات کے علاوہ متعدد واقعات عہد نبوی سے تعلق رکھتی تھیں، جیسے رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے معاند ودشمن اکابر قریش وعرب کی فہرستیں۔ اور وہ تین چار اقسام پر مشتمل تھیں: مستہزئین، معاندین، ظالمین وغیرہ۔ کم زور مسلمانان مکہ کی فہرست (مستضعفین) ان میں غلامان وکنیزان قبائل کے ساتھ آزاد موالی اور عام شخصیات بھی شامل تھیں۔ دارارقم میں قیام نبوی سے قبل اسلام لانے والے صحابہ وصحابیات اور دارارقم میں داخلے کے دوران اور بعد کے زمانے میں مسلمانان مکہ مکرمہ مہاجرین حبشہ کی خاندان وقبیلہ وار فہرستیں۔ مہاجرین مدینہ کی خاندان وار فہارس، بدری صحابہ کی نام بہ نام فہرست اور شہدائے بدر اور خندق ودیگر غزوات کی مکمل فہرستیں۔ ان کے علاوہ منافقین، احبار یہود نصرانی وعلما اور مختلف قسم کے طبقات وافراد کی فہرستیں بھی شامل تھیں۔ ان مولفین میں محمد بن حبیب بغدادی (م ۲۴۵/ ۸۵۹) سرفہرست ہیں، اوران کی دو کتابیں کتاب المنمق اور کتاب المحبر قیمتی نادر معلومات کی ہیں۔ کتاب المحبر کی چند فہرستوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو خاص سیرت نبوی سے متعلق ہیں، جیسے:

۱۔ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھنے والے لوگ

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی عواتک (عاتکہ) اور فواطم (فاطمہ) نامی جدات

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحب زادیاں اور داماد اور ان کی اولاد

۴۔ جدامجد عبدالمطلب اور اعمام نبوی کے دامادوں کی فہرستیں

۵۔ نبوی سفیران کرام

۶۔ ازواج مطہرات

۷۔رسول اللہ ﷺ کے ہم زلف

۸۔غزوات نبوی

۹۔سرایائے نبوی

۱۰۔امرائے نبوی

۱۱۔موالی نبوی

۱۲۔ابو کبشہ کا واقعہ

۱۳۔محمد نامی افرادِ عہد

۱۴۔قریش وعرب کے حکام وامرائے منافرہ (متعدد فہرستیں)

۱۵۔زمانہ جاہلیت کے فیاض

۱۶۔اسلامی عہد کے جواد

۱۷۔تقویم ساز

۱۸۔قریش کے قبائلی اخلاف

۱۹۔حلف الفضول میں شامل خاندان قریش

۲۰۔مطیبین کے قبائل وخاندان

۲۱۔اصحاب الایلاف (تجارتی معاہدے کرنے والے)

۲۲۔حرب فجار کے قریشی سردار

۲۳۔عہد جاہلی کے احناف اور تارکین بت پرستی

۲۴۔زمانہ جاہلیت میں شراب کے تارکین اور اس کو حرام سمجھنے والے

۲۵۔قریش کے ندیم وشرکائے تجارت

۲۶۔مواخاۃ مکی ومدنی

۲۷۔غزوات خاص کر بدر میں قریشی کھانا کھلانے والے

۲۸۔وہ افراد جن کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آزاد کرایا

۲۹۔بارہ نقبائے نبوی کی فہرست

۳۰۔رسول اللہ ﷺ کے مبشرین (فتح کی خبر دینے والے)

ایسی بہت سی فہرستیں ہیں جن میں وہ معلومات ہیں جو عام طور سے روایتی اور اصلی مصادر میں نہیں ملتیں، یا کم ملتی ہیں۔

محمد بن حبیب بغدادی ان اولین فہرست سازوں اور اخباریوں میں سے ایک ہیں جو مکی مواخاۃ کا الگ اور واضح ذکر کرتے ہیں، ذکر مواخاۃ النبی ﷺ کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

> نبی ﷺ کی قائم کردہ مواخاۃ جو ہجرت سے قبل مکے میں اپنے صحابہ مہاجرین میں قائم کی گئی اور جو حق و باہمی غم گساری پر مبنی تھی، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھائی چارہ قائم کیا۔ حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ جو رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ تھے کے مابین مواخاۃ قائم کی۔ اور آپ ﷺ نے ابوبکر و عمر میں بھائی چارہ قائم کیا اور عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف میں۔

اس کے بعد اور مکی صحابہ کے درمیان مواخاۃ کا ذکر کر کے آخر میں کہا ہے کہ ''یہ مواخاۃ مکہ ہے'' اور اس سے زیادہ اہم یہ تبصرہ ہے کہ اسی اصول مواخاۃ مکہ پر آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مواخاۃ مدینہ استوار کی، اور اس کی بنیاد بیان کرنے کے بعد مدنی مواخاۃ کے جوڑوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ مشہور و معروف مصادر سیرت کے بیانات و روایات کے بالمقابل کافی مفصل اور واضح ہے۔ اس میں بغدادی کے اپنے تبصرے بھی ہیں۔ مواخاۃ مکہ کے بارے میں امام سیرت ابن اسحاق/ ابن ہشام وغیرہ نے نہ صرف مبہم روایات اور ناقص اخبار بیان کیے ہیں، بل کہ ان میں تفریق بھی نہیں کی۔ مواخاۃ مکہ و موخاۃ مدینہ کو ایسا گڈمڈ اور خلط ملط کر دیا ہے کہ صرف مدنی دور میں مواخاۃ کا تصور و عمل قائم ہوتا ہے اور مکی مواخاۃ کا خیال بھی نہیں آتا۔ بغدادی کے بعض تبصروں پر نقد کیا جا سکتا ہے اور کیا بھی گیا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ کی مواخاۃ جو علمائے اسلام کے نزدیک ثابت نہیں، یا مواخاۃ مدنی جو بدر کے بعد قائم و استوار نہیں رہی، یہ دراصل ان دینی بھائیوں کے جوڑوں کی فہرستیں ہیں جو اولین واقعہ مواخاۃ مکی میں شریک رہے تھے، یا مدنی مواخاۃ کے اولین مرحلے میں ایک دوسرے کے بھائی بنائے گئے تھے۔ مواخاۃ مکی اور مواخاۃ مدنی ایک مسلسل عمل رہا تھا۔ اور جب اور جیسے جیسے اسلام لانے والے اسلام لاتے یا بعد ہجرت مدینے پہنچتے رہے، ان کو مواخاۃ اسلام کے وسیع و عظیم بندھن میں باندھا جاتا رہا۔ مکی مواخاۃ کی خاص تاثیر قریشی اکابر کے معاند طبقات کے مظالم کے پس منظر میں پیدا ہوئی تھی اور جس نے دینی بھائیوں کے جوڑوں کو تاعمر ایک دوسرے سے وابستہ رکھا۔

عہد جاہلی اور مکی نبوی دور میں تجارتی شراکت اور ندیمی کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے بعض شرکائے تجارت کے حوالے سے سیرت میں آتا ہے، اور بعض صحابہ کرام اور اکابر قریش کے درمیان تجارتی شراکت وندیمی کا حوالہ سیرتی مصادر اور مآخذ حدیث میں بھی انفرادی طور سے ملتا ہے، لیکن تجارتی روایت اور کاروباری ندیمی کے ادارے کے طور پر اس کا ذکر محمد بن حبیب بغدادی اور ان جیسے دوسرے غیر روایتی مصادر میں ہی ملتا ہے۔ بغدادی نے اپنی دونوں کتابوں میں قریشی خاندانوں کے دو اکابر تجار میں شراکت وندیمی کا ذکر اپنی دو فہرستوں میں کیا ہے، اور ان کے جوڑے دیے ہیں۔ قریش کے ندیم (ندما قریش) کے تحت جن اکابر قریش کا ذکر کیا ہے، ان میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ عبدالمطلب بن ہاشم اور حرب بن امیہ اموی:

دونوں میں ایک اختلاف کے بعد منافرہ ہوا اور ان کی ندیمی ٹوٹ گئی۔ اور تجارتی شراکت یا کاروباری ندیمی نے دوسری صورت اختیار کر لی اور دونوں نے الگ الگ کاروباری شریک ڈھونڈ لیے۔

۲۔ عبدالمطلب ہاشمی اور عبداللہ بن جدعان تیمی:

۳۔ حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی اور عبداللہ بن سائب مخزومی:

یہ دونوں حضرات بعد میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

۴۔ ابواحیحہ سعید بن العاص اموی اور مغیرہ بن ولید مخزومی:

یہ دونوں ندیم تھے اور دونوں عظیم ترین اکابر قریش تھے، یہ دونوں اسلام نہیں لائے۔

۵۔ اسود بن مطلب اسدی اور اسود بن عبد یغوث زہری:

یہ دونوں حضرات ''الاسودان'' کے عرف سے معروف تھے اور جاہلی دور کے معزز اکابر شمار ہوتے تھے۔ وہ مستہزئین میں شامل تھے۔ ان کی وفات پر مرثیہ کہا گیا تھا۔

۶۔ ابوطالب ہاشمی اور مسافر بن ابی عمرو بن امیہ اموی:

یہ دونوں ندیم وشریک اور عزیز ترین دوست تھے اور ابوطالب نے اپنے اموی ندیم کی موت پر مرثیہ کیا تھا، جس کا ذکر کتب انساب وغیرہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

۷۔ ابوسفیان بن حرب اموی اور عباس بن عبدالمطلب ہاشمی:

یہ دونوں ندیم وشریک تھے اور ایک دوسرے کے گہرے دوست ورفیق بھی۔

ابن حبیب بغدادی نے ایسے متعدد دوسرے ندیمی جوڑوں کا ذکر کیا ہے، اور ان کے بارے میں

بڑی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں جو روایتی مآخذ اور اصل مصادر میں نہیں تھیں۔ان کے بعض تجارتی اسفار وتجربات کے علاوہ ان کی دوستی وصداقت، باہمی محبت وقرابت، ان کی فیاضی وسخاوت، اہل حاجت کی اعانت، ان میں سے بعض کے اسلام لانے اور بعض کے کافر رہنے اور غزوات میں مارے جانے کا ذکر کیا ہے۔نیز ان کے بارے میں مزید تہذیبی وسماجی معلومات دی ہیں، بعض کو نوجوانان قریش (فتیان قریش) میں ممتاز بتایا ہے یا ان میں سے کسی کے شاعر ہونے کا ذکر کیا ہے۔قیس بن عدی سہمی کے بارے میں دل چسپ خبر یہ دی ہے کہ وہ شراب ناب کا بڑا پارکھ تھا، اچھی ہوتی تو شراب فروش سے لے لیتا اور خراب ہوتی تو اس کا سر پھوڑ دیتا اور شراب پھر سے بنانے کی ہدایت کرتا۔ان تمام تفصیلات کے تجزیے اور تحلیل سے اور بھی دل چسپ نتائج سامنے آتے ہیں، جیسے ہاشمی اموی اکابر ونوجوان ایک دوسرے کے ندیم وشریک تھے۔

حنیفیت اور عہد جاہلی میں دین ابراہیمی کی پاس داری میں خبائث سے اجتناب وغیرہ کے بارے میں بھی بغدادی نے معلومات دی ہیں۔خبائث میں سب سے بدترین شرک کی بیماری تھی، لیکن ایسے صالح نفوس بھی تھے جو اسے اپنے دین وتہذیب کے خلاف سمجھتے تھے اور بتوں کی عبادت سے کلی طور سے گریز کرتے تھے۔بغدادی نے ایک فصل میں ان کے نام گنوائے ہیں۔

عثمان بن الحویرث اسدی

ورقہ بن نوفل اسدی

زید بن عمرو بن نفیل عدوی

عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی

ان چاروں کے بارے میں بغدادی نے کچھ تفصیلات بھی دی ہیں، اور سب سے زیادہ ذکر خیر حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی کا کیا ہے، اور ان کے بعض کارنامے بیان کیے ہیں۔ان کے بارے میں بغدادی کی معلومات ناقص ہیں، خاص کر ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو بن نفیل عدوی کے اسلام اور ایمان کے بارے میں۔

شراب ام الخبائث سے اجتناب کرنے والوں میں متعدد اکابر قریش اور نوجوانان عرب کا ذکر کیا ہے، جیسے عبدالمطلب بن ہاشم، شیبہ بن ربیعہ عبشمی، عثمان بن عفان اموی، ورقہ بن نوفل اسدی، ولید بن مغیرہ مخزومی، جس نے اپنے فرزند ہشام کو شراب نوشی پر سزا دی، عباس بن مرداس سلمی، قیس بن عاصم

سعدی، عبداللہ بن جدعان تیمی، مقیس بن قیس سہمی، زید بن عمرو بن نفیل عدوی وغیرہ ان کے بارے میں بعض قیمتی معلومات فراہم کی ہیں، جو اسلامی تہذیب وتمدن اور دین وشریعت کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔

بغدادی کی کتاب المحبر میں بعض اور فہرستیں بھی بہت اہمیت کی حامل ہیں، اور ان سے سیرت نبوی کے متعدد نئے گوشے سامنے آتے ہیں جیسے:

غزوہ بدر سنہ ۲ھ/ ۶۲۴ سے قبل کی ابتدائی مہموں کی تعداد بغدادی نے دس بتائی ہے، جب کہ عام مصادر میں وہ آٹھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو معاندین ''ابن ابی کبشہ'' کے نام وکنیت سے آپ کے ایک جد مادری کی نسبت سے پکارتے تھے۔ ابو کبشہ کا قصہ۔

قریش کے سترہ اکابر کی فہرست کے مطابق قریش کی اکابر معاندین نے پورے مکے کی گھاٹیوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی کہ آپ سے حجاج کو نہ ملنے دیا جائے۔

غزوات نبوی اور سرایائے رسول کی دو مفصل فہرستوں میں توقیت ومقاصد کے بارے میں قیمتی اطلاعات ہیں۔

عہد اسلامی کے فیاض اکابر کی فصل میں بہت قیمتی سماجی اور تہذیبی اور اقتصادی معلومات ہیں۔

سیرت نبوی کی ہمہ جہت نگارش ومطالعے اور تحقیق کے لیے بغدادی کی دونوں تصانیف سے استفادہ کرنا لازمی ہے۔ ان کی روایات واخبار کے معتبر اور ثقہ ہونے کی شہادت مشہور عام اور اصلی صادر خاص کر مآخذ حدیث سے کی جاسکتی ہے، اور اندرونی شہادتوں اور مجموعی تناظر تاریخ سے بھی۔

ابن قتیبہ کی کتاب المعارف

امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶/ ۸۸۹) اپنے پیش رو اخباری بغدادی سے زیادہ معتبر ومشہور ہیں۔ ان کا شمار ثقہ محدثین اور قابلِ اعتماد سیرت نگاروں اور مورخین میں کیا جاتا ہے۔ وہ عربی ادب وانشا کے ارکان اربعہ میں سے ایک تھے، اور شعری پارکھ بھی۔ کتاب الشعر والشعرا، ادب الکاتب، عیون الاخبار اور کتاب المعارف کے مؤلف ہونے کے علاوہ انہوں نے تاویل مختلف الحدیث اور المسائل والاجوبہ فی الحدیث والفقہ بھی تصنیف کیں۔ علوم قرآنی میں ان کی دو تصانیف غریب القرآن اور مشکل القرآن نے ان کا مقام مزید بلند کردیا۔ امام موصوف کی کتاب المعارف، بغدادی کی تصانیف

سے بہت مماثلت رکھتی ہے، مگر وہ ان کے مقابلے میں زیادہ مفصل ہے اور زیادہ جہات تاریخ رکھتی ہے۔ عام طور سے روایتی مبالغے کے جوش میں اسے دائرۃ المعارف قرار دیا جاتا ہے، لیکن وہ اسلامی دائرۃ المعارف نہیں ہے کہ محدود و معدودے چند جہات کو حاوی ہے، البتہ اسلامی ادوار تاریخ خاص کر خلافت اموی و عباسی کے اکابر و عبقریات کی سوانح و کارگزاری کے لیے خاص امتیاز رکھتی ہے۔

سیرت نبوی کے بعض جہات اور گوشوں کے باب میں امام دینوری کی کتاب المعارف بلاشبہ بہت اہمیت رکھتی ہے، کیوں کہ وہ مصادر اصلی اور مشہور عام مآخذ کی معلومات وتحقیقات پر بہت نادر وقیمتی اضافات کرتی ہے اور اسی بنا پر غیر روایتی مآخذ سیرت میں بہت ممتاز ہے۔ اس خاص کتاب کی تالیف کا سبب وپس منظر بھی اس کے امتیاز کو مزید اجاگر کرتا ہے۔ امام موصوف کو اس کی نگارش کا خیال اپنی مفصل کتاب تاریخ عیون الاخبار کی تالیف کے دوران آیا تھا۔ وہ تاریخ وتہذیب اسلامی کے ان ابواب کو جو روایتی تاریخ میں نہ سمو سکے تھے الگ سے محفوظ کرتے جاتے تھے۔ اسی لیے اس کا انہوں نے عنوان کتاب المعارف رکھا جو نادر و بے مثال عنوان تھا اور بعد میں معارف شناسوں نے اس کے تتبع میں اس عنوان کو اختیار کیا۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ امام موصوف بغدادی کی کتاب المحبر اور کتاب المنمق سے متاثر ہوئے تھے اور اسی کے طریق نگارش کو انہوں نے اپنایا بھی۔ علمی وفکری طور سے امام دینوری سیرت کے اماموں ابن اسحاق وغیرہ اور اسلامی عالمی تاریخوں کے مصنفون کے نظریہ عالمی تاریخ سے بھی متاثر تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی کتاب کا آغاز تخلیق کائنات سے کیا اور اس کا سلسلہ تذکرۂ انبیا سے جوڑ دیا۔ موخر الذکر میں غیر نبی شخصیات کے علاوہ کتب آسمانی پر بھی فصول ہیں، اور اس کا سلسلہ منطقی طور سے وہ عہد نبوی سے جوڑتے ہیں۔ بعثت سے قبل دین حق کے پیروؤں کے حوالے سے سیرت کے مباحث لاتے ہیں۔

احناف وحنیفیت کے بیان میں امام دینوری نے مشہور چار احناف کا ذکر ابن اسحاق و بغدادی وغیرہ کی طرح کرنے کے بعد ان پر متعدد کا اضافہ کیا ہے۔ اضافات دینوری میں شامل ہیں مشہور ثقفی جاہلی شاعر امید بن ابی الصلت ثقفی۔ اسعد ابو کریب حمیری جو حمیری کا سردار و مومن وموحد تھا۔ قیس بن ساعدہ الایادی جو مشہور خطیب عرب اور حکیم تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا معاصر رہا تھا اور طلاقی بھی بنو النجار اور اخزرج یثرب کے موحد کبیر ابو قیس صرمہ بن ابی انس۔ قبیلہ عبس کا حکیم وموحد خالد بن سنان بن غیث بن کی دختر صحابیہ تھیں۔

امام دینوری نے نہ صرف احناف کی تعداد میں اضافہ کیا ہے بل کہ ان کے بارے میں زیادہ مفید

اور صحیح معلومات دی ہیں، اور یہ ان کے علم حدیث وتاریخ سے واقفیت وجہ سے ہے۔ جیسے حضرت ورقہ بن نوفل اسدی اور حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی کے اسلام وانجام اور ایمان وصالحیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث۔ ان کا اور بعض دوسرے اخاف بن ابو حیش صرمہ نجاری خزرجی کا قبول اسلام، امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے بارے میں رسول اللہ کا تبصرہ کہ اس کی زبان مومن ہوگئی تھی مگر قلب کافر رہا کہ ملاقات ومعاصرت کے باوجود اسلام نہیں لایا، حال آں کہ وہ عالم وفاضل شخص تھا اور نبی موعود کا منتظر بھی۔

سیرت نبوی سے متعلق ابواب قبل بعثت ہیں: نسب عدنان اور اسی میں اکابر قریش واجداد نبوی کی حیات وکارکردگی کا ذکر ہے اسی کے ساتھ وہ انساب العرب کے متعدد مباحث پر بھی مشتمل ہے اور ثقیف وہوازن، عبدالقیس، بکر بن وائل وغیرہ کے اکابر کا ذکر لاتا ہے۔

دوسرا حصہ نسب یمن اور بنوقحطان سے بحث کرتا ہے اور ابن اسحاق وغیرہ مصادر اصلی اور کتب انساب پر مشتمل غیر روایتی کتابوں کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ تیسرا حصہ نسب اوس وخزرج سیرت نبوی کے لحاظ سے کافی اہمیت رکھتا ہو کہ بغدادی وغیرہ نے اس تفصیل سے اس کو بیان نہیں کیا۔

نکاح المقت پر ایک مختصر ترین فصل ثابت کرتی ہے کہ سوتیلی ماؤں سے ان کے سوتیلے فرزندوں کا نکاح کرلینا عام طریقہ نہ تھا یہ صرف چند کا گناہ تھا۔

نسب سیدنا محمد بن عبداللہ المصطفیٰ ﷺ کے باب سوم میں آپ کے اباؤ اجداد کا ذکر خیر ہے اور ان کے بارے میں بعض نادر معلومات، جیسے ہاشم کا اصل نام عمرو تھا۔ عبدالمطلب کا عامر، عبدمناف کا مغیرہ اور قصی کا زید۔ عام واصلی مصادر عبدالمطلب کے نام پر خلجان کا شکار ہیں، اسی طرح اعمام نبوی کے اصل اسما اور کنیتوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور ان کی اولاد کی مختصر تفصیل دی ہے۔ اعمام کی عمروں کی توقیت بھی اہم ہے۔

اعمام وعمات نبوی کی دونوں فصول اور فہرستیں نئی قیمتی معلومات رکھتی ہیں اور اسی طرح فصل جدات نبوی، دادیاں اور نانیاں بھی عمدہ ہے۔

کتاب المعارف کی فصل ازواج مطہرات بعض قیمتی اور مرتکز معلومات کے لیے اہم ہے، جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کی دوسرے شوہر ابوہالہ بناش بن زرارہ اسدی تمیمی کے فرزند ہند بن ابی ہالہ اور حضرت خدیجہ عنہا کے ساتھ رفاقت نبوی کی تعین امام دینوری نے ازواج مطہرات کے احوال وکوائف

میں ان کی پوری حیات کا خاکہ لکھا ہے، اور ان کے بعد کے واقعات کو بھی بیان کیا ہے۔ اسی طرح اگلی فصل میں تمام اولادنبوی کے پورے سوانح خاکے مرتب کر دیے ہیں۔ جیسا کہ عام دستور سوانح نگاراں ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے موالی وخدام اور مویشیوں کی فصول ہیں جو روایتی انداز کی ہیں۔ عام مختصرات سیرت کے طریقے کے مطابق امام ابن قتیبہ دینوری نے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی سیرت وسوانح، بعثت ورسالت اور مغازی وسرایا سمیت تمام حالات ولادت تا وفات ایک سلسلے میں بیان کر دیے ہیں۔

ان تمام واقعات وبیانات سیرت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ امام موصوف ہر مرحلۂ عمر وکار میں رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف کی قطعی تعین کرتے ہیں، جیسے عام الفیل اور حرب الفجار میں بیس سال کا وقفہ تھا۔ وفات عبدالمطلب کے وقت آپ کا سن آٹھ سال دو ماہ تھا۔ بارہ سال کی عمر میں چچا ابو طالب کے ساتھ شام گئے اور بیس سال کی عمر میں جنگ فجار میں شرکت کی۔ پچیس سال کی عمر میں مال حضرت خدیجہ عنہا کے ساتھ شامی تجارت پر گئے، اور سفر سے واپسی کے دو ماہ اور چند ایام بعد ان سے شادی کی۔ تعمیر کعبہ کے وقت عمر شریف ۳۵ سال تھی اور نبوت کے وقت چالیس سال۔ بعثت کے بیس دنوں بعد قریش نے تاروں کو ٹوٹ کر گرتے دیکھا۔ وفات ابو طالب کے وقت عمر شریف انچاس سال آٹھ ماہ تھی۔ ابو طالب کی موت کے تین بعد حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی، اور اس کے تین ماہ بعد سفر طائف پر گئے۔ وہاں ایک ماہ قیام کیا۔ مکے واپسی پر جوار معطم بن عدی میں رہے، اور اس کے ڈیڑھ سال بعد معراج سے مشرف ہوئے۔ ابن قتیبہ نے ایک اہم اضافہ یہ کیا ہے کہ اس مکی دور کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور جہاد فرض کیا۔ غالباً کیا یقیناً یہ روایت انہوں نے امام ابن اسحاق کی سیرت سے لی ہے۔

عطایائے خاص اور بھی ہیں جیسے مدینے میں پہلا گھر حضرت حرمہ بن ابی انس انصاری کا تھا، جہاں بہ قول ابن اسحاق آپ ﷺ نے اول اول قیام کیا تھا۔ قبا میں آپ ﷺ نے کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام کیا اور ان کے انتقال پر سعد بن خیثمہ اوسی کے گھر منتقل ہو گئے، جہاں ایک ماہ چارم یوم قیام کیا اور آپ ﷺ پوری نماز پڑھنے لگے۔ اتمام صلوٰۃ کے پانچ ماہ بعد مہاجرین وانصار کے درمیان مواخاۃ کرائی۔ اس کے بعد غزوات وسرایا کا تاریخی ترتیب سے ذکر کیا ہے۔ غزوات وسرایا کے درمیان تاریخی ترتیب ہے مختلف سماجی واقعات کا ذکر ان کی توقیت کے ساتھ کیا ہے جو خاصے کی چیزیں ہیں۔

وفات حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے سولہ دن بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے ساڑھے پانچ ماہ بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا عنہا کی شادی حضرت عثمانؓ سے کی۔

اس کے دو ماہ بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔ اور اس کے بیس دن بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

اس کے پانچ دن بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، دوسری روایات کے حوالے سے دوسری تاریخیں بھی دی ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسنؓ کے دس ماہ اور بائیس دن بعد پیدا ہوئے اور دونوں کو ساتھ دودھ پلایا گیا۔

غزوات اور دیگر واقعات کا بیان مختصر ہوتا گیا ہے، لیکن ان میں بھی اسی طرح متعین توقیت کرنے کی کوشش کی ہے جو نئی و نادر ہے۔

دوشنبہ کی اہمیت کے باب میں وفات نبوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت، بعثت، ہجرت اور وفات پیر ہی کا دن ہوئی۔

اگلا باب و مبحث تذکرہ صحابہ کرام خاص کر عشرہ مبشرہ پر مبنی ہے، اور ان کے نسب و حالات عہد نبوی کو بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ان کی کامل و جامع سوانح عمریاں دیتا ہے۔ ان میں بعض نئی روایات ہیں، جو عام و خاص مصادر سیرت میں نہیں ملتیں، جیسے حضرت علیؓ کا منبر پر یہ دعویٰ کہ وہ اصلاً صدیق اکبرؓ ہیں اور ابو بکرؓ سے قبل اسلام لانے اور سب سے زیادہ مستحق خلافت اسی سبقت کے سبب تھے۔ امام ابن قتیبہ نے خلفائے کرام اور دیگر صحابہ کرام کے شمائل و فضائل خاص کر حلیے مفصل بیان کیے ہیں اور ان کی اولاد و خدام کا تذکرہ بھی ساتھ کیا ہے۔ عہد نبوی کی تہذیب و ثقافت کے بارے میں یہ فصل بہت سی قیمتی معلومات رکھتی ہو۔ ان میں سے متعدد نادر و نایاب قسم کی ہیں، اور متعدد مآخذ سے لی گئی ہیں۔

متفرقات کے عنوان کے تحت متعدد اہم و مختصر فصول ہیں، جیسے سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابہ، مولفۃ القلوب کی فہرست، منافقین کے نام وغیرہ۔ خلفائے کرام کے تذکرے کے بعد آخری باب و مبحث میں امام دینوری نے بعض اور فہرستیں دی ہیں یا بحثیں کی ہیں، جن کا سیرت نبوی ﷺ سے ارتباط ہے، جیسے مخضرمین کی پہچان، مہاجرین اولین و آخرین، بنو تغلب کے نصاریٰ پر صدقے کی رقم کی تعین، اور اس کا سبب، عمروں کا فرق، دراز قامت افراد، شرفا و اکابر کے پیشے، جاہلیت کے دور کے ایام

العرب، ادیان و مذاہب وغیرہ۔ مجموعی طور سے امام ابن قتیبہ دینوری کی کتاب المعارف مشہور و مقبول مصادر سیرت کی روایات و معلومات پر از حد قیمتی معلومات کا اضافہ کرتی ہے، اور ایسا وہ محض اس بنا پر کرتی ہے کہ اس کے مؤلف گرامی حدیث و قرآن و تفسیر اور سیرت و تاریخ کے بیشتر مصادر کے پارکھ اور عالم و ماہر تھے۔

کتب دلائل و اعلام نبوت

اعلام و دلائل نبوت کے دو عناوین سے متعدد تالیفات قدیم زمانے سے جدید دور تک کی جاتی رہیں اور اپنی نوعی مقدار بڑھاتی رہی ہیں۔ ان تمام تالیفات، کتابوں اور رسالوں کا مقصد وحید یہ رہا کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت و رسالت کا اثبات روایات اور دلائل سے کیا جائے۔ بسا اوقات دلائل روایات بن گئے اور روایات و آثار دلائل۔ ان میں قدیم زمانے کے سماوی صحائف کے مبشرات و آیات بھی شامل کیے گئے، احبار و علمائے یہود کی بشارتیں، رہبان و قسیسین نصاریٰ کی پیشین گوئیاں، عرب و دیگر اقوام کے ہنوں کی ستارہ شناسیاں وغیرہ بھی اس کا ایک حصہ ہیں۔ سید المرسلین ﷺ کے معجزات و آیات کو بھی بہ طور اعلام و دلائل نبوت پیش کیا گیا، اور ان سب انواع پر مشترکہ یا جدا جدا کتب لکھی گئیں، سیرت نبوی کے اس اہم ترین پہلو پر اصل مصادر سیرت نے بھی مختلف مواقع پر کافی روایات و اخبار جمع کیے اور انہیں سیرت طیبہ کا ایک حصہ بنایا۔ امامان سیرت ابن اسحاق، ابن ہشام، وقدی، ابن سعد، طبری وغیرہ کے مباحث سیرت میں ان پر خاص فصول ہیں، اور وہی اصل محرک تالیفات بنی تھیں۔ امام ابن سعد نے نبوت و بعثت سے قبل کے اعلام نبوت اور بعد نبوت کے دلائل رسالت پر روایات و آثار جمع کر کے دو الگ الگ ابواب قائم کیے، محدثین کرام میں امام بخاری وغیرہ نے اپنی عظیم کتب حدیث حدیث میں اعلام و دلائل نبوت قبل اسلام و بعد اسلام کا طریقہ امام سیرت سے اخذ کیا۔ قبل اسلام و بعد اسلام کی تعبیر و سرخی گم راہ کن تاویل ہے۔ صحیح تعبیر قبل بعثت و بعد نبوت ہی ہے، جس کا ادراک سب کو ہے۔

آیات النبی ﷺ کے عنوان سے امام مدائنی (۲۱۵/ ۸۳۰) نے معلوم اخبار کے مطابق اس نوع کے دلائل و اعلام کا آغاز و ارتقا کیا تھا، اعلام النبوۃ کی خاص سرخی سے دوسری تیسری صدی ہجری میں تالیفات کا سلسلہ چلا، اور داؤد اصفہانی (م ۲۷۰/۸۸۳) امام ابوداؤد (م ۲۷۵/ ۸۸۸) نے خاص کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ دوسرے امامانِ سیرت و حدیث میں یہ نام شامل تھے: ابن قتیبہ دینوری، ابو

حاتم رازی، احمد بن فارسی لغوی ابو المطرف قرطبی، ابو الحسین علی بن محمد ماوردی، عبداللہ بن عبدالعزیز اندلسی، محمد بن عبداللہ مکی، مغلطائی، ابراہیم جوزجانی، قاضی عبدالجبار معتزلی وغیرہ۔ ان میں سے بعض کی کتابوں کے عناوین امارات ودلائل بھی بیان کیے گئے ہیں کہ وہ بھی مشترکہ نوعی عناوین تھے۔

خاص دلائل نبوت کی کتابوں کے مؤلفین کرام ہیں: ابو زرعہ رازی، ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم، ابراہیم بلدی، ابن ابی الدنیا، ابراہیم حربی، ابوبکر فریابی، ثابت سرقسطی، ابراہیم بن حماد، النقاش المقری، ابن مندہ، ابوالشیخ اصبہانی، ابونعیم اصبہانی (م ۴۳۰/ ۱۰۳۸) جعفر مستغفری، ابوذر ہروی، ابوبکر بیہقی (م ۴۵۸/ ۱۰۶۶) ابوذر خشنی وغیرہ۔ ان میں سے امام بیہقی، حافظ ابونعیم اصبہانی کی کتابیں چھپ چکی ہیں اور معروف ومقبول ہیں۔ اور یہی دونوں کتب جدید سیرت نگاروں کا اصل ماخذ وسرچشمہ بن گئی ہیں۔ جدید اردو سیرت نگاروں میں مولانا ادریس کاندھلوی نے غالباً سب سے زیادہ ان سے استفادہ کیا ہے، اور ابو نعیم اصبہانی کی کتاب تو معتبر ترین ماخذ سمجھی جاتی ہے۔ حال آں کہ ہے نہیں۔ خاص مبشرات کے عنوان سے مرتبہ کتب بھی ان کا ماخذ رہی ہیں۔ نوعیت کے لحاظ سے وہ بھی اسی قسم میں شامل ہیں، اور خاص مبشرات کے عنوان سے متعدد کتابیں ہیں۔ جیسے حسین خالدی کی البشائر النبویہ، محمد افغانستانی کی محمد رسول اللہ فی بشارات الانبیاء یا ہواتف الجنان اور ہواتف الجنان کے عنوان سے خرائطی اور ابن ابی الدنیا کی کتب۔

معجزات نبوی

دلائل وبراہین نبوت میں ایک خاص نوع بھی ہے اور غالباً سب سے زیادہ قابل اعتبار اور اس سے زیادہ محبوب بحث معجزات کی ہے۔ قرآن مجید نے اور متعدد احادیث صحیحہ میں بھی ان کو آیات الٰہی قرار دیا گیا ہے، اور ان کا اظہار واثبات خالص قدرت الٰہی کا ایک خاص اہتمام ہے۔ پیغمبران عظام اور ان کے سید وسردار اور خاتم حضرت محمد رسول اللہ ان آیات النبی کے مورد یا ان کے اظہار کا واسطہ اور ذریعہ ہی ہوتے تھے۔ وہ اپنی مرضی ومنشا یا کفار ومسلمین کی طلب واصرار پر ان کو دکھانے یا لانے پر قادر نہ ہوئے تھے۔ اور جب دکھاتے تھے، تو قدرت الٰہی سے دکھاتے تھے۔ قدیم اقوام ہوں یا جدید نسلیں، ان میں اساطیری، مابعد الطبیعاتی یا خرق عادت کی نشان دہی اور ان کے اظہارات سے بڑا شغف ہوتا ہے۔ وہ ان سے غیر معمولی دل چسپی لیتے ہیں اور پر کتابیں وتالیفات مرتب کرتے اور ان کو مجالس محافل میں بیان

کرنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں، اور حد سے نکل جاتے ہیں۔ بلا شبہ معجزات و آیات دلائل و براہین نبوت ہوتے ہیں مگر ایک حد تک۔ صرف ان ہی پر نبوت انبیائے کرام اور رسالت مصطفیٰ ﷺ منحصر نہیں۔ بہ ہر حال اس موضوع پر مصادر سیرت کے علاوہ غیر روایتی مصادر میں بھی کافی مباحث موجود ہیں۔ اور مختصرات سیرت نگاروں نے ان پر خاص ابواب قائم کیے ہیں۔

آیات و معجزات کے عنوان سے کتابیں مرتب کرنے والوں میں قدما کا ایک سلسلہ طلائی شامل ہے، مگر ان کی تالیفات نہ صرف مفقود ہیں۔ ابن دحیہ کلبی، ابن مرزوق تلمسانی، ابو الحسن الجیانی، عبداللہ صدیقی، ابن القطان، الافلیح الاندلیسی، عمر بن علی اسیری، وغیرہ قدیم و جدید ایسے ہی ہیں۔ مطبوعہ و دست یاب کتب میں جدید اہل قلم زیادہ ہیں، جیسے خیر الدین وائلی، ولید اعظمی، یوسف بن اسماعیل نبہانی اور برصغیر کے متعدد اہل قلم و فن بھی۔ مولانا ادریس کاندھلوی نے اپنی کتاب سیرت المصطفیٰ کی جلد سوم میں معجزات و آیات اور دلائل و براہین، مبشرات و علام پر بہت مفصل بحث مصادر کی بنا پر کی ہے۔

تعداد معجزات میں انہوں نے امام بیہقی، امام نووی اور دیگر علما کے افکار پیش کیے ہیں کہ وہ ایک ہزار، ایک ہزار دوسو یا تین ہزار کی تعداد تک پہنچتے ہیں، اور محب الدین طبری نے اپنی فصل معجزات میں ان کو حد وشمار سے خارج قرار دیا، اور دوسرے ارباب سیرت و خصائص واعلام نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ مولانا کاندھلوی خود فرماتے ہیں کہ ''معجزات شمار سے متجاوز ہیں'' اسی طرح اقسام معجزت کے بعد وہ ان کی تفصیل دیتے ہیں اور بہت سے معجزات وغیرہ پر بحث کرتے ہیں۔ علامہ سلیمان ندوی اس مبالغہ آمیز خیال کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ غیر مستند روایات کا انبار لگا کر معجزات و مبشرات وغیرہ کی تعداد حد سے بڑھا دی گئی ہے۔ سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی کی جلد سوم معجزات اعلام و براہین وغیرہ پر حکیمانہ وفلسفیانہ مقدمے کے بعد محققانہ اور تجزیاتی بحث کرتی ہے اور ان کو دو خانوں میں تقسیم کرتی ہے۔ مشہور و معروف مگر غیر مستند روایات اور صحیح احادیث و روایات معجزات یہ پوری جلد ایک صاحب نظر عالم و سیرت نگار کی کتاب ہے۔ وہ معجزات و دلائل وغیرہ کی کتابوں کو صحت کے لحاظ سے مختلف درجوں میں تقسیم کرتے ہیں اور مشہور مؤلفین اور ان کے حدیثی مآخذ تیسرے اور چوتھے طبقات کے ہیں، اور غیر ثقہ ہیں۔ مولانا کاندھلوی اور ان جیسے متعدد روایت پر بہت صاحبان معجزات نے سید موصوف کے تحقیقات کے بعد اپنی نگارشات پیش کیں، لیکن ان سے استفادہ نہیں کیا۔ اسی طرح سید موصوف کی مختصر فصل بشارات تجزیاتی اور تنقیدی ہے، اور وہ مولانا کاندھلوی کے مبشرات کا ماخذ بھی بنی ہے اور ایک طرح سے ناقد بھی ہے۔ ملاک

الختان کی تعبیر وتشریح میں ''ختنہ کے سول'' کی بہ جائے عہد کا رسول' وغیرہ کی پوری بحث موخر الذکر نے سید موصوف سے نقل کر کی ہے اور حوالہ اوپر والوں کا دیا ہے۔

خصائص النبی ﷺ

حضرت محمد رسول ﷺ کو بہ طور سید المرسلین وخاتم النبیین متعدد ایسے خصائص عطا کیے گئے تھے جو پیش روانبیائے کرام کو نہیں ملے تھے۔ صحیح احادیث سے اس حقیقت کا اثبات ہوتا ہے، اور منطق وعقل بھی تقاضا کرتی ہے۔ اور تاریخی شواہد وحقائق بھی کہ خاتم الانبیاء ﷺ منفرد و بے مثال بھی ہوں۔ اامامان سیرت نے بھی اور خاص مختصرات سیرت نگاروں نے بھی محمدی خصائص وامتیازات پر احادیث وروایات اپنے مباحث وابواب میں جمع کی ہیں۔ محدثین کرام کا تو یہ خاص فن شریف تھا، اور ان میں سے بیشتر نے اپنی معروف کتب وجوامع میں ان کو مرتب کیا، یا ان پر جداگانہ تالیفات کیں۔ ان میں سے تقابلی مطالعے اور تجزیہ وتحلیل نگاروں نے مختلف اقسام انواع کی درجہ بندی کی۔ وہ خصائص نبوت جن میں سب انبیائے کرام مشترک تھے۔ وہ خاص خصائص واوصاف جن سے اکابر واولوالعزم پیغمبران الٰہی مشرف کیے گئے، اور سب سے اہم یہ منزلت کہ سید الانبیا کے خاص منفرد خصائص کیا تھے۔ قدیم دور سے جدید زمانے تک اس خاص موضوع پر اامامان فن وحدیث اور دیگر اہل قلم نے ایک خاص خزینہ کتب جمع کر دیا ہے، جو غیر روایتی مصادر میں سے ایک ہے۔ اور اس ذخیرے کا حوالہ قدما کے ہاں دونوں طرح ملتا ہے، مخطوط ومطبوع کتب کی صورت میں۔ جیسے بلقینی (م ۸۲۴/ ۱۴۲۱) محمد مکی، تاج سبکی، ابن دحیہ کلبی، سیوطی، عسقلانی، ابن الجوزی، ابوالوفا کشمیری، یوسف دمشقی، محمد رحمانی، ضیا مقدسی، ابو جعفر قمی، مغلطائی، عمر الوادی الآشی، ابن الملقن، ابن المسدی اندلسی وغیرہ کی متعدد تالیفات اب مفقود ہیں اور حوالوں کی زینت۔ حافظ سیوطی کی الخصائص النبویہ الکبریٰ قاہرہ سے ۱۹۶۷ء میں چھپ چکی ہے اور اس کے متعدد شروح ومختصرات ہیں اور وہ ایک اہم تالیف ہے۔ جدید دور میں شعبان محمد اسماعیل کی کتاب من خصائص النبی ﷺ وشمائلہ (ریاض، دار المریخ ۱۹۸۰ء) دو انواع کو مشترکہ طور سے زیر بحث لاتی ہے۔

اردو عربی اور جدید زبانوں میں خصائص نبوی پر جو متعدد تالیفات ملتی ہیں، وہ بیشتر مضامین ومباحث اور فوائد وروایات سیوطی ہی سے کشید کرتی ہیں۔ سیوطی کی الخصائص الکبریٰ کو سید سلیمان ندوی نے بہ جا طور سے مبسوط ترین اور جامع ترین قرار دیا ہے، مگر اس کے ساتھ اس کو ضعیف وغیر ثقہ روایات کا

پلندہ لکھا ہے۔

محدث بیہقی کی کتاب کا بھی درجہ اسی طرح بہت زیادہ نا قابل اعتبار و استناد ہے کہ وہ خصائص واعلام دلائل کے باب میں کم زور وغلط روایات نقل کرتے ہیں، مثلاً عبد المطلب کو یمنی کاہن کے بنو زہرہ میں شادی کرنے اور نور نبوی کے حضرت عبداللہ کی پیشانی میں چمکنے اور حضرت آمنہ سے نکاح کے بعد منتقل در رحم ہونے کی روایات کو ابونعیم، حاکم، بیہقی اور طبرانی وغیرہ نے صحیح روایات بنا کر نقل کیا ہے۔ امام بیہقی او حافظ سیوطی دونوں ہی بعض ارباب سیرت کی مانند بحرا راہب کے قصے کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اسی طرح نسطورا راہب کے قصے کو، لیکن بہ قول سید موصوف ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ نہ روایت کے اعتبار سے نہ درایت کے لحاظ سے۔ اسی طرح متعدد دوسرے مشہور قصوں پر سید موصوف نے نقد کیا ہے، جن میں ام معبد کا قصہ شامل ہے، اور جیسے بڑی کاوش سے بعض اہل قلم صحیح ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اعلام، دلائل، مبشرات و معجزات کی مشترکہ اور جداگانہ تالیفات سے بہت سی نئی معلومات و روایات واحادیث ملتی ہیں، جو مصادر سیرت پر قیمتی اور گوناگوں اضافات کرتی ہیں۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ وہ اپنے خاص فنون وانواع پر جامع تالیفات ہیں۔ ان نادر ونئی معلومات کو مختلف اقسام میں تقسیم کر کے مطالعہ و تجزیہ کرنے سے ان کی افادیت کی وسعت اور سیرت طیبہ کی ہمہ گیری معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو وہ اعلام و دلائل اور معجزات وغیرہ کی تاریخی توقیت اور زمانی ترتیب بتاتی ہیں، جو سیرت نگاری اور تاریخ دونوں کے لیے ضروری ہے۔ جیسے معجزہ شق صدر کا اولین اور قاضی عیاض کے مطابق اکلوتا واقعہ حضرت حلیمہ سعدیہ عنہا کے گھر میں تربیت و پرورش کے دوران کم سنی میں پیش آیا تھا۔ عام طور پر علمائے کرام نے اس کی چار پانچ روایات کے سبب اس کا وقوع کم از کم چار بار تسلیم کیا ہے اور ان کی تاریخی توقیت بھی کی ہے۔

معجزہ شق القمر کا واقعہ مکہ مکرمہ میں سن چھ نبوی میں اسلام حضرت عمرؓ کے زمانے میں منیٰ میں پیش آیا، جب اس کے دو ٹکڑے کوہ حرا کے دوران اطراف میں نظر آئے۔ قبول اسلام عمرؓ کی دعائے نبوی اور اس کی قبولیت بھی تاریخی توقیت رکھتی ہے، لیکن ان کے قبول اسلام سے چند روز قبل کی روایات صرف سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ معجزہ معراج و اسرا کی تاریخوں پر مورخین و سیرت نگاروں کا اختلاف ہے، لیکن یہ سب کو تسلیم ہے کہ وہ ہجرت مدینہ سے چند برس قبل پیش آئے۔ قحط وخشک سالی کے زمانے میں وسیلۂ نبوی سے

جدامجد عبدالمطلب کی دعا اور بعد ہجرت منبر مسجد سے آپ کی دعائے بارش فراواں کا ایک معجزہ دکھایا، جو دو ادوار کو جوڑتا ہے۔ غزوات و سرایا کے دوران پیش آنے والے عظیم معجزات نبوی اپنی اپنی تاریخی توقیت سے معروف ہیں، اور ان کا ذکر کتب حدیث و سیرت میں مفصل آیا ہے۔

بشارات و مبشرات کے بارے میں خاص نکتہ یہ ہے کہ ان کے مصادر کا پتہ چلتا ہے اور ان میں قرآن مجید، حدیث شریف کے علاوہ کتب سماویہ شامل ہیں۔ ان سب کا حوالہ جابجا مصادر سیرت نے دیا ہے، لیکن وہ جامع بحث نہیں بن سکا۔ بشارات نگاروں نے ان کے احاطے کی کوشش کی ہے، مولانا کاندھلوی کی جلد سوم کے اواخر میں مبشرات نبوی کے مصادر کا خاص تعین کیا گیا ہے، اور سید سلیمان ندوی کی جلد سوم میں اس سے قبل خاص اہتمام کیا گیا تھا۔

سید موصوف کا امتیاز یہ ہے کہ وہ قرآن مجید اور صحیح احادیث اور معتبر روایات سیرت ہی کو قبول کرتے ہیں، اور ان کے علاوہ غیر ثقہ روایات کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہیں۔ ان کی بحث بشارات ہو یا خصائص ہو یا معجزات و اعلام نبوت ہو، وہ ان سب میں نہ صرف مصادر کا تجزیہ کرتے ہیں، بل کہ ان کے خصائص اور خامیاں بھی بتاتے ہیں۔

نئی معلومات کے لحاظ سے چند قیمتی اضافات کا صرف ایک اشارہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو ایک نئے دفتر تحقیق و تصنیف کا موضوع ہے۔ قرآنی پیشین گوئیوں خاص کر فتوح اسلامی اور غلبہ روم وغیرہ کی سورہ روم وغیرہ کی مکی آیات کریمہ سے سیرت نبوی کے متعدد پہلو سامنے آتے ہیں۔

قریش مکہ کے اکابر کے معاندانہ رویے کے سبب قحط کے عذاب کا ذکر اور اس کی تفصیلات سیرت طیبہ کا ایک اہم ترین پہلو رحمت عالم کو اجاگر کرتی ہیں۔

سورہ نحل مکی کے حوالے سے مہاجرین حبشہ کی راحت کا انتظام کیا گیا۔ اس کا اصلی مصداق ہجرت حبشہ ہے۔

مکی سورتوں میں قریش مکہ کی بربادی اور رسول اکرم ﷺ کی کامرانی اور فتح کی آیات بینات ہیں۔

سورہ اسرا کے مطابق ہجرت نبوی قریش مکہ کے زوال و خاتمے کا اعلان ہے۔

کتب تفسیر و احکام القرآن

تفسیر واحکام القرآن کی مختصر تالیفات ہوں یا قاموسی مجلدات وہ احادیث نبوی، آثار صحابہ، اقوال وتعبیرات تابعین وغیرہ سے مزین ہوتی ہیں۔ اوران سب کا تعلق یا پس منظر تاریخ ہے۔ ان میں سے بہت سی معروف ومعتبر کتب مصادر سیرت کی روایات وتعبیرات سے بھی گریز نہیں کر پاتیں۔ فنی ارتکاز وقرآنی زاویے کے سبب ان پر ان کے اصل موضوع کا غلبہ ضرور ہوتا ہے۔ سیرت نگاری میں ان کا استعمال خال خال کیا جاتا ہے، حال آں کہ وہ اس سے زیادہ توجہ کی مستحق ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآنی سیرت نگاری کے عمل وتجزیے میں کتب تفسیر واحکام القرآن کا ایک طرح سے کلیدی کردار ہوتا ہے، کہ وہ آیات کے اجمال کو تفصیل دیتی ہیں۔ آیات سیرت وتاریخ کا نہ صرف شان وسبب نزول بتاتی ہیں، بل کہ وہ واقعات وسوانح سیرت گرامی سے ان کی تشریح وتعبیر کو پیش کرتی ہیں۔ کتب تفسیر کا تو ایک وسیع وعریض کتاب خانہ ہے، اگر چہ ان میں بنیادی مصادر کی تعداد محدود ہے، جو سیرت نبوی کا غیر روایتی مآخذ کا مقام پاتی ہیں۔ طبری کی جامع البیان بہ قول امام ابن تیمیہ ام التفاسیر ہے، جسے بالعموم تفسیر ماثور کے زمرے میں رکھا جاتا ہے حال آں کہ وہ حقیقتاً تقابلی مطالعے وتجزیے کی قاموس ہے۔ ابن کثیر، سیوطی، نسفی، رازی، بغوی، آلوسی وغیرہ کی قدیم وجدید روایات ماثورہ پرمبنی یا رائے جائز منحصر تفاسیر فقہی وکلامی وغیرہ سب طبری کے خوشہ چیں ہیں۔ دوسرے اصناف وانواع کی تفاسیر زمخشری وغیرہ بھی احادیث وروایات سیرت سے مستغنی نہیں رہ سکیں، اوردوسرے مآخذ ومنابع سے بھی استفادہ کیا۔

علوم القرآن کی کتب میں بھی معلومات نو کا ایک ذخیرہ ملتا ہے۔ اوراحکام القرآن میں مالکی، قرطبی اورجصاص وغیرہ نے بھی فقہی مباحث کوروایات ومعلومات سیرت سے مستند کیا ہے۔

تاویل وتفسیر اوراحکام وعلوم القرآن کی گوناگوں تالیفات میں عام ومعلوم روایات کے علاوہ بہت سی نئی معلومات سیرت بھی ملتی ہیں۔ ان سے بالعموم سیرت نگاروں نے تائیدی روایات اورتوثیقی تعبیرات لے کر اپنے بیانات ونتائج کو مستند کیا ہے، مگران کی نادرونئی روایات وتاریخی مباحث اورمنطقی دلائل سے کم تعرض کیا ہے۔ ان سے متعدد سیرتی بیانیے کے خلاؤں کو پر کیا جاسکتا ہے، اوربہت سے واقعات سیرت کا تاریخی تناظر صحیح کیا جاسکتا ہے، جیسے:

مکی عہد میں نماز میں سورہ فاتحہ سے تلاوت وقرات کا لازمی آغاز ابتدائی زمانۂ رسالت میں ہوگیا تھا کہ وہ اولین تنزیلات میں سے ہے۔

مکی سورتوں میں رسالت مآب ﷺ کے ذاتی سوانح، واقعات واوصاف سے نئی معلومات ملتی ہیں،

اور تعبیراتِ مفسرین سے صحیح تر توقیت۔

حافظ ابن کثیر وغیرہ نے صراحت وعزیمت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ارکان اربعہ، صلوٰۃ، صیام، زکوۃ، حج کے احکام اول روز سے آچکے تھے۔

اوامر و منہیات دونوں کی حلت وحرمت اور استحباب وکراہت وغیرہ کے احکام ان ہی مکی آیات واحادیث سے مرتب ہو چکے تھے۔

متعدد مکی واقعات سیرت جیسے دعوت نبوی کے خاموش وبرملا عرصوں کی تصریح، دعوت میں رکاوٹ پیدا کرنے کے واقعات اور معاندین کے اقدامات، رسالت وکار رسالت پر ان کے اعتراضات اور ان کی تردید، ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ وغیرہ کے بارے میں نئی معلومات ملتی ہیں۔

ہجرت نبوی زوال قریش کا اور غزوہ بدر فتح مکہ کا دیباچہ تھا۔ غزوات نبوی کا بیان الٰہی اور ان کی تفسیرات بہت قیمتی اضافات ہیں۔

ازواج مطہرات کی دینی وسماجی منزلت اور واقعت ایلا، نان نفقے کے مطالبے کے واقعات کا صحیح تناظر قرطبی وغیرہ نے پیش کیا ہے۔

مکی دور میں وفات نبوی کی آیات اور سورہ آل عمران کی آیات کریمہ وفات نبوی کے بارے میں اور ان سے زیادہ صحابہ کرام کے ایمان وعزم پر دلالت کرتی ہیں۔

تنقیدی تجزیہ

مصادرِ سیرت نبوی میں روایتی ہوں یا غیر روایتی، ان کو تنقیدی میزان اور اسلامی اصول نگارش کے ترازو میں ذرا کم تولا جاتا ہے۔ زبانی جمع خرچ اور اصولی اعلان واظہار کے جوشیلے لہجے میں قرآن مجید کو اولین قطعی مصدر وسیرت بتایا جاتا ہے، اور اقرار کیا جاتا ہے کہ وہ معاصر مصدر اول ہے۔ حدیث وسنت کو دوسرا قطعی اور معاصر مصدر وماخذ سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے کہ وہ بھی وحی الٰہی پر مبنی ہے، اور کلام پاک کی تشریح وتعبیر بھی کرتا ہے۔ عام سیرت نگاروں نے تو خیر اصل مصادر ومآخذ سے اخذ وقبول کا دعویٰ تو کیا مگر اس پر عمل نہ کیا، اور ان کے اس قول وفعل کے تضاد کو ہر شخص سمجھتا ہے۔ محققین سیرت اور پایۂ اول کے سیرت نگاروں نے تو مصادر اصلی کے استعمال قرآن وحدیث کے بہ قدر بھی اپنی اپنی تالیفات سیرت میں ان کا مواد نہ لیا۔ صرف چار پانچ مصادر سیرت کے مواد کی پیش کش اور نگارش اور کبھی کبھی تجزیے وتحلیل میں

قرآنی آیات وحدیثی ارشادات کا ان پر پیوند لگاتے رہے۔ دوسری طرف حدیث وسنت کو سیرت خالص کے مصادر سے زیادہ حتمی، صحیح اور قابل قبول ہونے کا نظریہ دینے والوں نے مصادر سیرت کے صرف عیوب پر نظر رکھی، ان کا ایک اور جانب دارانہ وتیرہ یہ بھی رہا کہ اپنی فہم وتعبیر کو روایات حدیث وسنت کو پیش کرنے اور پرکھنے کا معیار بنالیا اور غیر علمی کتر بیونت بھی روا رکھی۔ اصلی مصادر سیرت کے تجزیے وتنقید سے سردست زیادہ بحث نہیں ہے کہ وہ اپنے موضوع سے متعلق ہے۔ یہ نکات صرف زیر بحث مطالعے کے حوالے سے کیے گئے۔

غیر روایتی مصادر سیرت کے علم وعتراف، ان سے مواد ومعلومات کے اخذ وقبول اور ان کی افادیت وناگزیری کا معاملہ اور عجیب ہے۔ محققین وماہرین سیرت نگار بلاشبہ ان کے وسیع وعریض خزانے سے واقف ہیں، مگر ان کے مواد ومعلومات سے استفادہ جزوی طور پر اور کبھی کبھی کرتے ہیں۔ ان غیر روایتی مصادر سیرت کی تعداد اور ان کی اقسام وانواع کا تعین بھی ایک دقیق ومشکل معاملہ ہے، اگرچہ ان کو بے شمار نہیں کہا جاسکتا کہ وہ غلو ہے، البتہ ان کو دو بڑے خانوں میں ضرور تقسیم کرکے تھوڑی سہولت پیدا کی جاسکتی ہے۔ تعداد کی کثرت اور انواع واقسام کی گوناگونی اس تقسیم کی وجہ ہے، عام طور سے غیر روایتی مصادر سیرت میں ان ہی انواع واقسام کی کتابوں کو شامل کیا جاتا ہے، جن کا تعلق کسی نہ کسی طور سے تاریخ وتذکرے سے ہوتا ہے۔ اس مطالعۂ خاک سار میں بھی ان کا ہی بول بالا ہے، کتب انساب، تواریخ بلاد وامصار، تواریخ عرب قبائل، کتب فتوح البلدان، کتب اموال وخراج، تواریخ ولاۃ وحکام، تواریخ قضاۃ وقضا، مختصرات سیرت، کتب فہارس، معاجم صحابہ، وفیات الاعیان، تفاسیر واحکام القرآن، کتب شمائل وخصائل، کتب اعلام نبوت ودلائل، تالیفات حقوق المصطفیٰ، کتب شعر واغانی، وغیرہ، ان تمام اقسام میں تاریخی تناظر وماحول سب میں پایا جاتا ہے خواہ موضوع کچھ ہو۔

مذکورہ بالا انواع واقسام کے غیر روایتی مآخذ کا یہ صرف ایک موٹا سا عددی تجزیہ ومطالعہ ہے کہ ان کا مفصل مطالعہ تحقیق نو کا طالب ہے۔ عددی اعتبار سے غیر روایتی مآخذ سیرت کا میدان وسیع تر ہے، اگرچہ بے کنار نہیں کہ کون سا اسلامی وسماجی فن ہے جس میں معلومات کا ذخیرہ نہیں۔ وہ بلاشبہ کامل وجامع سیرت طیبہ کے مآخذ نہیں ہیں، اور نہ ان کے مؤلفین ومرتبین کا دعویٰ ہے، اور نہ ہی اس تجزیہ نگار خاک سار کا ادعائے علم ہے۔ حقیقت میں تو یہ ہے کہ جن مصادر سیرت کو اہل علم وفن جامع ومانع قرار دیتے ہیں، وہ بھی سیرت نبوی کے بے کراں سفینے کو صرف اطراف سے ہی چھوتے ہیں۔ اماما ن سیرت ابن اسحاق وواقدی

اور ان کے شاگردوں اور شارحوں اور خوشہ چینوں نے سیرت طیبہ کے بیانیے میں بہت سی خلائیں چھوڑی ہیں۔

غیر روایتی مآخذ سے ان سیرتی خلاؤں اور بیاناتِ ائمہ کی تشنہ پیش کشوں کو آسودہ کیا جاسکتا ہے، اور یہی ان غیر روایتی مآخذ کا اصل سرمایہ ہے۔ غیر روایتی مصادر کا ایک دوسرا حصہ یا قالب ان مصنفین اسلامی اور محققین فنی کی تحقیقات وتعبیرات میں ملتا ہے، جو اصلاً سیرت کے فن سے تعرض نہیں کرتے، بل کہ وہ کسی مبحث فنی اور تحقیق علمی کے حوالے سے سیرت نبوی کے بارے میں بڑی نادر ونایاب اور بہت قیمتی اور از حد مفید معلومات وتعبیرات لاتے ہیں۔ اس باب میں جامعین وشارحین جیسے سہیلی، مقریزی حلبی، شامی، زرقانی وغیرہ نے شان دار کارنامے انجام دیے ہیں اور نہ جانے کن کن ماخذ سے معلومات لائے ہیں۔

مصدر اول ابن اسحاق اور ان کے مہذب ومرتب ابن ہشام کے شارح کی حیثیت سے امام سہیلی معروف ہیں، اور اپنی جگہ خود مصدر سیرت ہیں۔ امام سہیلی نے قریشی اکابر میں عتبہ بن ربیعہ، عاص بن وائل اور متعدد دوسروں کے بارے میں نئی معلومات مختلف ماخذ سے نقل کرکے ان کی ایک دلاویز تصویر بنائی ہے۔ قبل بعثت کے واقعات میں جنگ فجار میں عتبہ بن ربیعہ اور حکیم بن حزام اسدی کے کردار وعمل کو مصدر اول سے زیادہ اجاگر کیا ہے اور مزید تفصیلات واقعہ پیش کی ہیں۔ بلاذری کی انساب الاشراف نے اس پر قیمتی اضافات دوسرے مراجع سے کیے ہیں، اور دوسرے ماہرین نسب نے اکابر قریش وصحابہ کے بارے میں تاریخ ساز روایات دی ہیں۔ خاص مصادر سیرت نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اکابر ومعاصرین کے ثقیف وہوازن سے تعلقات وروابط کو بہت محدود پیرائے میں اور وہ بھی ناقص طور پر بیان کیا ہے۔ کتب انساب کے مؤلفین نے ان روابط قریش وثقیف اور تعلقات مکہ وطائف کو قریب قریب ایک صدی قبل بعثت سے تلاش کیا اور عظیم الجہات معلومات دیں۔

شامی، حلبی اور زرقانی وغیرہ دوسرے جامعین وشارحین ہیں اور خاصے متاخر بھی، مگر ان کی قاموسی کتب سیرت نے بہت سے غیر معلوم وغیر معروف ماخذ سے استفادہ کیا، اور مصادر اصلی پر بہت نادر ومفید معلومات کا اضافہ کیا، جو سیرت نبوی کے محدود کیے گئے کینوس کو زیادہ وسیع اور عظیم بناتی ہیں۔ علامہ شبلی اور متعدد دوسرے محققین سیرت خواہ چار پانچ بنیادی مآخذ سیرت کا نظریہ کتنی ہی شدومد سے پیش کریں، ان متاخر جامعین وشارحین سیرت کی نئے معلومات سے مستغنی نہیں رہ سکتے۔

متاخر جامعین سیرت نے متعدد نہیں بہت سے ایسے غیر معروف یا دیگر علوم وفنون کے مآخذ سے قیمتی

معلومات و روایات اور تعبیرات جمع کی ہیں۔ صرف ایک دل چسپ و معنی خیز اور انقلاب آفریں قسم کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ عام و اصلی مصادر سیرت و حدیث واقعۂ افک کے بارے میں اکابر صحابہ بالخصوص خلفائے اربعہ سے رسول اکرم ﷺ کے مشورے اور استصواب کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں، بل کہ اس دور کرب و بلائے نبوی میں ان کی موجودگی، حاضری اور تسلی تشفی وغیرہ کے اسلامی فرائض اور اخلاقی وسماجی آداب تک ذکر نہیں کرتے، گویا کہ تمام صحاب اور خلفائے اربعہ اس سے غافل تھے۔ شاید اسی وجہ سے اصحاب حدیث وفکر نے یہ نظریہ سازی کی کہ گھریلو معاملات میں رسول اکرم ﷺ صرف اہل بیت سے مشورے کرتے تھے، اور اسلام وملت و ریاست کے امور میں اکابر صحابہ سے۔ ان نظریہ سازوں نے یہ حقیقت فراموش کردی کہ واقعہ افک صرف ایک خانگی مسئلہ نہیں تھا، وہ ایمان وعقیدے کا معاملہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی عصمت ومنزلت، امہات المومنین کی مادری حیثیت اور اسلامی معاشرے و دین کا ایک اہم ترین معاملہ تھا۔

بہ ہر حال اس اہم و نازک مسئلے پر امام حلبی نے ایک معلوم مگر فکر انسانی سے پرے مآخذ سے ایک عظیم روایت جمع کر کے پورے معمے کی گرہ کھول دی۔ صحیح تر بات یہ ہے کہ جامع روایات حلبی نے کئی غیر سیرتی مآخذ سے ان روایات کو جمع کیا ہے۔ ان میں رازی کی کتاب الاشارات، مقریزی کی امتاع اور ابن عربی وغیرہ شامل ہیں۔ اول تو یہ حقیقت بیان کی ہے کہ اس نبوی ابتلا کے زمانے میں اکابر صحابہ بالخصوص اصحاب اربعہ برابر کاشانہ نبوت میں حسب معمول حاضری دیتے اور تسلی وتشفی دیتے رہتے تھے۔ اس سے زیادہ یہ دوسری حقیقت حضرت عائشہ صدیقہ عنہا کی زبان سے نقل کی ہے کہ جب واقعہ افک کے باب میں وحی کی تنزیل میں تاخیر ہوئی، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معروضہ نما استفسار کیا کہ ان سے آپ کی شادی کس نے کی؟ جب آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا اللہ ان کے بارے میں آپ سے تدلیس کرے گا، یعنی کیا وہ آپ سے ان کے عیب چھپائے گا۔ **سبحانك هذا بهتان عظيم** اس روایت کے علاوہ کتاب الاشارات سے حضرت عمرؓ کا ایک قول بلیغ نقل کیا ہے کہ میں منافقین کا کذب کھول دوں گا۔ میں نے حضرت عائشہؓ کی برأت مکھی سے جانی کہ وہ آپ ﷺ کے بدن پر نہیں بیٹھتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے بدن کو اس گندگی سے بچایا ہے تو آپ کے اہل میں ایسی گندگیاں کیسے برداشت کرلے گا۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید اور علی بن ابی طالبؓ کے وہ مشورے نقل کیے ہیں جو بالعموم عام طور سے کتب سیرت وحدیث میں پائے

جاتے ہیں۔

ایک دوسرے غیر معروف ماخذ و کتاب علم میں چاروں خلفائے کرام کے دلائل و مشورے بہت معنی خیز اور چشم کشا ہی نہیں بل کہ حقیقت بیان کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ایک دن آپ نے نماز میں اپنے جوتے کو اتار دیا تھا کہ اس پر نجاست لگ گئی تھی تو کیا اللہ تعالیٰ آپ کی زوجہ مطہرہ کے بارے میں نجاست برداشت کرلے گا۔ حضرت عثمانؓ کا مشورہ و دلیل اور بھی معنی خیز ہے کہ یا رسول اللہ میں نے حضرت عائشہؓ کی برأت کی دلیل آپ کے سائے سے پکڑی کہ وہ زمین پر قدموں کے نیچے نہیں آتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ تک محفوظ رکھا تو کیا وہ آپ کی اہل کو محفوظ نہ رکھے گا؟ اسی کی طرف امام سبکی نے اپنے قصیدہ تائیہ میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری وغیرہ دوسرے صحابۂ کرام سے بھی اسی طرح برأت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیانات مذکورہ بالا کے علاوہ سیرت شامی نے بھی نقل کیے ہیں۔

اصل مصادر سیرت نے سیرت نبوی کے بہت سے مباحث و ابواب تشنہ چھوڑ دیے ہیں۔ ان پر ایک جداگانہ تحقیقی مطالعے کی ضرورت ہے۔ متاخر جامعین سیرت اور شارحین مصادر نے ان میں سے متعدد کی تشنگی اور خامی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور سیرتی اور غیر سیرتی ماخذ سے مواد اخذ کیا ہے۔ امام شبلی نعمانی نے اسی وجہ سے متاخرین میں سے سہیلی، شامی، زرقانی وغیرہ کو اصل مصادر اربعہ کے تکمیلات و اضافات میں بہ طور مصادر اصلی شمار کیا ہے۔ ان شارحین و جامعین کا کمال جمع و تدوین یہ ہے کہ وہ سیرتی مصادر کے علاوہ اسلامی علوم و فنون کے دست یاب کتب خانے کو کنگال کر جواہر سیرت جن لاتے ہیں، اور ان سے سے مصادر اصلی کے کی تشنگی اور مضامین کی کوتاہی اور خامی دور کرتے ہیں، اور سیرت طیبہ کو ہر لحاظ سے مالا مال بنانے کی سعی کرتے ہیں۔

ایک تحقیقی کام یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ کوئی تمام جامع شروح کے مصادر خاص کر غیر روایتی ماخذ کا ایک فہرست وار مطالعہ کرے تو معلوم ہوگا کہ ستاروں سے اوپر ایک نیا جہانِ سیرت پایا جاتا ہے۔ ان میں فلسفہ و منطق، جغرافیہ و ہیئت، ہندسہ و نجوم، ریاضی و حساب اور نہ جانے کتنے دوسرے علوم کی کتابیں شامل ہیں۔

امام حلبی کی کتاب سیرت میں چند غیر روایتی مصادر کی ایک ناقص فہرست خاصی چشم کشا اور بصیرت افروز اور دلیل راہ بنے گی۔

بلاذری، امام دوانی، کتاب العرائس، قاضی بیضاوی، السدی، ابن عطیہ، واقدی، زوائد الجامع

الصغیر، صاحب المہذ بہ (اشعار سے استشہاد) دیگر کتب شعر، زمخشری، ابن ظفر کی الینبوع، تفسیر سہل، اسباب االنزول واحدی، ماوردی، غزالی، معجم کبیر واوسط طبرانی، مسلم، ابن حجر/ فتح الباری، صحیحین، مسند احمد، ترمذی، بلقینی، شافعی، نسائی، جمع الجوامع، حواشی االبخاری، ابوداؤد، تفسیر ابن عباس، ابن حبان، قرطبی، کتاب النور، امام نووی، امتاع الاسماع مقریزی، الروض الانف، جامع صغیر، سیوطی تفسیر واسباب النزول، خصائص صغریٰ، فتاویٰ سیوطی، ابن کثیر تاریخ وتفسیر، سنن دارقطنی ومغازی، بیہقی، رسالہ فی حیاۃ الانبیاء، ابویعلیٰ، امام سبکی، ابوالموہب شاذلی۔ عنوان اہل السر المصون، فتاویٰ شیخ شمس۔ ملی اور دیگر شیوخ حلبی، ابن العربی، ابن قتیبہ، ابن حبیب ہاشمی، ابن الجوزی، ابن السبکی، اصمعی، ابن مرزوق، ابن ابی الدنیا، الدمیری، حافظ دمیاطی، ابن دحیہ، مواہب لدنیہ، ابن تیمیہ، شرف المصطفیٰ نیسا پوری، شرح التقریب، الاستیعاب، کتاب الھدیٰ، ابن حجر الہیثمی، اسد الغابہ، ابن ہشام (نقد)، کتاب العرائس، اصابہ، حیات الحیوان کتاب الاشارات رازی، ابن عبدالبر، طحاوی، صحیح ابن حبان، شیخ شعرانی، ابن التین۔ یہ صرف کتاب المغازی میں جنگ بدر سے غزوہ خندق وبنی قریظہ کے ماخذ کا ایک سرسری جائزہ وطائرانہ شمار ہے۔ ان میں سے متعدد بار بار بہ طور ماخذ آتے ہیں۔

جدید دور کے دو سیرت نگار نواب صدیق حسن خاں اور ان کے مصری ماخذ شیخ شبلنجی نے اپنی مختصر کتب بل کہ رسائل سیرت میں ان کا ایک انبار عظیم لگا دیا ہے، اور ان کا ایک مختصر تجزیہ شیخ شبلنجی کے رسالۂ سیرت اور ان کی سیرت نگاری کے تجزیے میں خاک سار راقم نے بھی اسی غرض سے جمع کر دیا ہے۔ یہ حضرات زیر بحث واقعے وغزوے وغیرہ کے بارے میں معلومات وروایات کا اضافہ تو کرتے ہی ہیں۔ یہ جامعین وشارحین کرام ادنیٰ مناسبت سے دوسرے واقعات عہد نبوی کے علاوہ اسلامی ادوار خلافت کے بہت سے واقعات اور شخصیات کے بارے میں بھی ایک خزنیہ معلومات جمع کر دیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کی تالیفات اسلامی تاریخ وسیرت کے تسلسل وتقابل کی روایات بھی بن جاتی ہیں۔ تالیف وترتیب واقعات کے لحاظ سے بلاشبہ وہ گریز (Digren) کا جرم کرتے ہیں جو متنِ واقعہ کا بہاؤ دوسری طرف موڑ دیتا ہے اور واقعات کی صحیح پیش کش کے دھارے میں رکاوٹ ڈالتا ہے لیکن یہ ان کا ہی اسلوب جمع وتدوین نہ تھا مصادر اصلی کا بھی اسلوب یہی تھا۔

غیر روایتی مصادر میں ضعیف وکم زور روایات اور کبھی کبھی منکر وموضوع مرویات بھی بیان کی جاتی ہیں، جن پر روایتی ودرایتی نقد کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض انواع واقسام میں کم زور وناقابل اعتبار

روایات کی کثرت ملتی ہے، اور ان میں سرفہرست خصائص، اعلام و دلائل کی کتب و رسائل ہیں۔ دیگر کتب بھی ان سے مبرا نہیں ہیں۔ شارحین و جامعین نے بسا اوقات روایات و اخبار کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی خواہش کے تحت ضعیف روایات کو جمع کیا ہے۔ مگر ان کا شرف اور قابل تعریف رویہ یہ ہے کہ وہ کم زور اور غیر ثقہ روایات و اخبار اور آرا و اقوال پر اپنے نقد کے علاوہ دوسرے اماماں فن کی تنقید کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ جس طرح امام اولین میں واقدی اور ان کے شاگرد بہ طور خاص غیر ثقہ روایات و آرا پر غیر ثابت ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔

مصادر اصلی اور ان کے مؤلفین کرام کا ایک طریقہ نقد یہ بھی ہے کہ وہ روایات و اقوال کو ''زعم'' سے بیان کرتے ہیں، حلبی نے نقد روایات و احادیث اور تصحیح تعبیرات و بیانات کا ایک قابل فخر طریقہ اختیار کیا ہے اور وہ طریقہ بعض دوسرے جامعین کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔ مختصرات میں حافظ مغلطائی کا مختصر اور تیکھا فقرۂ نقد بڑا دل چسپ ہے اور وہ بلا تکلف و تردد اماماں حدیث کی روایت و اخبار کی تصحیح کر دیتے ہیں۔

حوالے

۱۔ ان کی تفصیلات ایک مقالہ خاک سار ''مکے و مدینے کے تعلقات'' میں دی گئی ہیں۔

۲۔ الاحزاب:۴

۳۔ ص:۳۸

۴۔ ص:۱۱۔۲۱۸

۵۔ ص:۹۔۱

۶۔ ج ۳، ص ۳

۷۔ ص:۳۰۴